00044111

Digitized with financial assistance from the
Government of Maharashtra
on 13 February, 2016

44111

جامع الحکایات ہندی

بنائی ہوئی منشی شیخ صالح محمد

عثمانی کی سنہ ۱۸۲۵ اٹھارہ سو پچیس عیسوی

میں لیتھوگرافک دار الحکومت مبنئی میں

چھاپی گئی

Samuel Richard, 6
00044111

سیرِ عشرت

سنہ ۱۲۴۰ ہجری

سیرِ عشرت جامعُ الحکایات

سنہ ۱۸۲۵ عیسوی

جب تلگ خونِ جگر اپنا نہ کھانیکو لگے
کسطرح سنگیں عمارتکے بنانیکو لگے

سیرِ عشرت کی کرے گر صاحبِ عزمِ عظیم
اُسکو سب دُنیا کی لذت پیش آنیکو لگے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سپاس بیقیاس اُس بادشاہ علی الاطلاق کو کہ سارے بادشاہ و
رعیت و سپاہ اُسکے فرمان سے سر اُٹھا نہیں سکتے اور وُہ یکتا
بدون مشورتِ مشیر ہژدہ ہزار عالم کا بندوبست کرتا ہی پتّھر کے
کیڑے سے لیکر سارے جیاجون کو گھر بیٹھے بنا خدمت تنخواہ پُہنچاتا ہی
سبکو کھلاتا ہی اور آپ نہیں کھاتا سبکو آرام دیتا ہی اور خُود نہیں
سوتا اُسکے قدرت کے کارخانے مین کِسو کو کُچھہ دخل نہیں

عجب سلطنت لاُبالی بنائی
نرالی ہی سب سے خدا کی خُدائی

غنی

غنی ذات اور مُلک اُسکا ہی باقی

اُسیکو سزاوار ہی کبریائی

اور درود نامعدود اُسکے حبیب تاجدارِ اقلیمِ نبوت پے کہ جسکے آستانہ

بوسی سے شاہ و گدا کو فخر و عزت ہی اور اُسکے آل و اصحاب سب پر

یہہ فقیر حقیر شیخ صالح محمد عثمانی اگرچہ مدت سے

اِس خطۂ خوش سواد دکھن مین وارد ہی اور کئی سال سے خدمت

مین صاحبانِ عالیشان کے علاقہ رکھتا ہی پر اِن دنون ہنر ابل

کورنر الفنستن صاحب بہادر دام اقبالہ کے عہد مین کہ جنکے اوصاف

حمیدہ اور اخلاقِ پسندیدہ اظہر من الشمس و شہرۂ آفاق ہین

وہ حُسن خُلق مین کُلِ عنبر شمیم ہی

خوشبو سے جسکے باغ جہان مین نسیم ہی

ابرِ کرم سے اُسکے جہان پُر بہار ہی
اور تیغ عدل اُسکے سے ظالم ذو نیم ہی
جسطرف یہہ سکندرِ ذوالعزم رُخ کرے
ہمراہ اُسکے فوج کے فتح عظیم ہی
ہتھیار باندھہ جبکے ہوُوے مُستعد بجنگ
بھاگے ہزار کوس جوُ اُسکا غنیم ہی

سنہ بارہ سوُ چالیس ہجری مِیں مُطابق سنہ اٹھارہ سوُ پچیس عیسوی کے بندرِ مُمبئی مِیں آنیکا اِتّفاق پڑا تو یہہ کتاب موافق مرضی جناب یتا ضرمان نکتہ رس قدر دان یعنی کرنل کینڈی صاحب بہادُر دام شمتہُ کے تصنیف ہُوی اُمیدہی اُنکے توجّہ سے مطبوع طبع خاص و ام ہوُ

کچھ نہیں آتا ہی میرے دھیان میں
جو نکھوں میں وصف اُسکے شان میں
مہر سے گر وہ کرے یکدم نظر
سنگ ہو لعلِ بدخشان کان میں
جو کوئی محتاج آیا اُسکے پاس
کر دیا مطلب روا یک آن میں
ہند کے بولی میں ماہر اِسقدر
کب ہوا ایسے اہلِ ہندستان میں
فی الحقیقت وہ ہی اہلِ امتحان
آزمائش سبکی اُسکے گیان میں

اب التماس داناؤں سے یہہ ہی کہ سُنا چاہیئے کیا کیا مضمون باندھا

ہوں اور کس کسطرح خونِ جگر کھایا ہوں تسپر احیاناً بمقتضای
بشریت سہو یا خطا یا نامربوطی عبارت کی پائی جاوے تو اصلاح
دیں اور زبانِ طعن دراز نکریں

جو بہرِ صلاح اسپہ خامہ رکھے
خدایا کبھی اُسکو کچھہ غم نہ دے
الٰہی بحقّ نبیِ اکرام
یہ مجھسے ہو جلدی حکایت تمام

کہتے ہیں اگلے دِنوں میں شہر پٹن میں ایک بڑا بادشاہ تھا اُسنے
اپنے لڑکیکو کسی اُستاد دانا کے پاس تربیت لئے سونپا چنانچہ وہ
مُعلم یہہ حکایاتِ لطیف اُسے سکھایا کرتا کہ تدبیر جہانبانی و کامرانی
میں کام آوے

پہلا باب عدل کا

ایک روز سلطان محمود نے بستر راحت پر چین سے آرام کیا تھا یکایک آدھی رات کو آنکھ کھل گئی نیند اچاٹ ہو گئی کروٹیں لیتا پر ارما بہتیرا ہی چاہا پر آنکھ ایک پل مطلق نہ جھپکی نرگس چشم جونکی تون کھلی کی کھلی رہی تب خیال گذرا کہ شاید کوئی مظلوم خاک پر غلطان ہی اسی درد کے تاثیر نے مجھے بیکل کیا

ستم رسیدہ اگر نیمشب کو آہ کرے
ترچھ کے بجلی سا عالم کو خاک راہ کرے
یہہ تیر وہ ہی کہ ہرگز خطا نہیں ہوتا
تمام خلق کو یک پلمیں ہی خراب کرے
عجب ہی درد دل دردمند کی سوزش

مثال پتنبے کے پھنک جا جدھر کو آہ کرے
وہی ہی شیشۂ آتش یہہ خانۂ بارود
کہیں بھبک نہ اُٹھے جو وہ تُک نگاہ کرے

یہہ سوچ کر پاسبان کو پکارا دیکھہ تو دیوڑھی پر کون ہی چوکیدار نے اِدھر اُدھر پھر کے عرض کی کہ یہاں تو کوئی نظر نہیں آتا بادشاہ پھر چھپر کھٹ پر لیٹا لیکن نیند نہ آئی وہی بنکلی رہی دوسرے مرتبے پھر فرمایا دیکھو باہر کون ہی غُلام دوڑ پڑے ہر طرف دیکھکے گُذارش کی کہ یہاں تو کوئی نہیں تب سُلطان نے سمجھا یہہ لوگ غفلت کرتے ہیں نیچا بغل میں دبا محل سرا سے نکل ہر کہیں ڈھونڈنے لگا دیوانخانے کے آگے جو مسجد تھی اُسمیں گیا تو بھنک نالہ وزاری کی اُسکے کان پڑی دیکھا کہ ایک شخص سر خاک پر سجدے میں دھرے بے اختیار

روز و شب ذکر جنابِ الٰہی میں التجا کر رہا ہی

سُلطاں اگرچہ خواب میں غافل مُدام ہی

کیا فکر ذاتِ حضرتِ حق لا یُنام ہی

سُلطاں حریمِ خاص میں ہی بند کر کے در

لیکن تیرے حرم کا سدا بارِ عام ہی

جب اُسنے سر اُٹھایا تو پوچھا اے عزیز تیری تلاش میں تو میں تمام شب رہا
میں حاضر ہوں کہہ تو تیرا مطلب کیا ہی اور کسنے تجھے ستایا ہی بولا
آپکے مُصاحبوں سے ایک شخص مجھ غریب کے گھر میں ہر روز سرِ شام
گھُسکے زبردستی سے چاہتا ہی کہ میرے قبیلے کی چادرِ عصمت کو
پھاڑے اب جو تُمھاری تیغ آبدار اُس آلایش کو میرے دامن
خاندانِ عفّت سے پاک نکرے تو حشر میں میرا ماتھہ اور آپکا دامن

ہوگا سُلطانکو سُنتیہی غیرت آئی پوچھا کیا وُہ موذی اِسوقت
تیرے گھر میں ہی کہا نہیں پر خوف ہی کہ پھر آوینگا فرمایا جا اندیشہ نکر
ایکے بار جو آوے تو تُرنت مُجھے خبر کرنا اور چوبداروں کو تاکید کردی
کہ یہہ شخص جسِگھڑی آوے بلا توقّف حُضور میں لے آو تب وُہ
مرد دُعا دیتا ہُوا چلا گیا بعد دو شب کے وہی بدکار اِس بیچارے کے
گھر میں پیٹھا اور اِسنے دوڑکے شاہ کو آگاہ کیا سُلطان شیر دل
شمشیر آبدار حمائل کرکے اُسکے ساتھہ ہولیا کہ مُجھے اُس کُتیکو بتلا دے
تو اِنکبھی ہاتھہ میں اُسکو اِس خوابِ خرگوش کے بدلے خوابِ عدم
میں قیامت تک سولا رکھوں آخر سُلطان وہاں پہنچا جہاں
یہہ غفلتمیں پڑا تھا فرمایا کہ شمع بُجھاو اور بڑھکے اِنکبھی ضرب میں
لال کردیا بعد شمع منگاکے اُسکا مُنہہ دیکھا سجدہ شُکر کا بجا لایا

اور

اور اُس مرد کو کہا جو کھانا تیرے یہاں اِسوقت موجود ہو سو لا سُنتے تھوڑا
پانی اور سوکھے روٹی کے ٹکڑے رو برو لا رکھے سُلطان نے وُہ روکھی روٹی
ایسے رغبت سے کھائی کہ شاید عمر بھر میں بھی یہہ مزہ نہ پایا تھا تب اُس
درویش نے دست بستہ ہو کر عرض کی

میزبانیئے سُلیماں مور سے کب ہو سکے

اِتنی رغبت سے نوشِ جاں فرمانا کیا باعث تھا اور شمع اوّل بُجھانی اور
پھر منگانی کیا سبب جواب دیا جسوقت تو نے مجھسے داد چاہی میں نے
دِل میں عہد کیا تھا کہ جب تک شر اُس فتنے کا تیرے حرم سے دفع
نہ ہو کھانا مجھے حرام ہی اور یہہ بھی خیال تھا کہ سوائے میرے فرزند کے
اور کِسیکی کیا جُرات کہ باوُجود دبدبۂ شاہی میرے ایسی حرکت
کرے کیونکہ بادشاہی خاندان میں بادۂ نخوت سے اکثر سرشار رہتے ہیں

اور شمع اِس لئے بجھائی کہ اگر میرا فرزند ہو تو روشنی میں اُسکا مُنہہ
دیکھکے مجھے مہرِ پدری آوے اور نہ ماروں لیکن مار کے جب دیکھا تو غیر
شخص نظر پڑا اِس لئے شکر ادا کیا کہ میرا بیٹا نہیں

آتشِ سوزاں نہیں رکھتی کبھی روئے ریا
دوست و دشمن عدل میں یکساں ہیں اُسمیں خشک و تر

حکایت ایک شخص نے بادشاہ کے یہاں جاکر فریاد کی کہ میں ایک
توڑہ اشرفیوں کا قاضی پاس بطریقِ امانت رکھکے سفر کو گیا بدیس سے
پھر آکر وُہ تھیلی جونکی توں جیسی کہ سر بمُہر دی تھی ویسیہی لی پر
اُسے کھولکر دیکھا تو پیسے تھے یہہ بات قاضی سے کہتا ہوں تو نہیں مانتا
شاہ نے فرمایا خاطر جمع رکھہ اور یہہ تھیلی میرے پاس رہنے دے تیرا انصاف
ہو رہیگا اور چوبدار سے فرمایا خاصہ دستار لے آ جب وُہ لایا کسی بہانے سے

اُسے کُچھہ کام بھیجا اور پگڑی میں چھید ڈال رکھہ چھوڑا جونہیں جامدار نے وُہ
سوراخ دیکھا کانپنے لگا اور دوسرے جامدار سے بولا بادشاہ جو یہہ عمامہ
دیکھیگا تو مار ہی ڈالیگا اُسنے کہا اندیشہ متکر اِس شہر میں بڑا ہی کاریگر
ایک رفوگر رہتا ہی کہ اُسکے رفو کے تانکنیکو کوئی ہوشمند تاڑ نہیں
سکتا آخر یہہ اُسیکے دوکان پر گیا اور وُہ دستار اُسے دِکھلایا
اُسنے جو کُچھہ محنت مانگی سو دی بخوبی رفو کروا کے لے آیا دوسرے روز
شاہ نے جب وُہ پگڑی ثابت دیکھی پوچھا اِسے کِسنے رفو کیا جامدار روز کر
تاننے لگا فرمایا قسمت میں نے ہی کِسی کام خاطر پھاڑ ڈالا تھا تب اُسنے
رفوگر کا پتّا دیا آخر اُس رفوگر کو حضور میں بُلا کر کہا تو نے ایک تھیلی بھی اِسیطرح
رفو کی ہی جو تو دیکھے تو پہچانے بولا ہاں تب وُہ تھیلی اُسے دِکھلائی کہ
سچ کہہ تجھے کِسنے دی تھی کہا اِس شہر کے قاضی نے تب تو شاہ نے رفوگر کے

مُقابلے سے قاضی کو قایل کر کے اُس شخص کا مال اُسے دِلوایا اور قاضی کو غرق کروا ڈالا

نہیں اور کوئی عدل سا کام نیک
کہ جس سے دو جگمیں رہے نام نیک
عجب کیا ہی فرعون جو غرق ہو
بدو نکا نہیں ہی سرانجام نیک

حکایت ایکروز مُعتضد خلیفے نے اپنے وزیر کو کسی کام روانہ کیا تھا وُہ رستے میں سے پلٹ حُضور میں آکر عرض کرنے لگا کہ خُداوند جب میں دربار سے نکلا تو دیکھا کہ ایک شخص عین برسرِ راہ کھڑا ہُوا اِس شہرِ بغداد تختگاہِ جہان پناہ کو بددُعا دے رہا ہی تب اُسے دانٹ کر میں نے کہا مگر تو دیوانہ ہی جو ایسے بلدۂ دارالخلافت کو کہ جاے

امن وامان وملجا وماوائے بینکسان ہی کیوں بیہودہ بکتا ہی

فوقیت اِسکو ہی ہی خُلدِ بریں کے اوپر

چشمۂ فیض ہی یہہ روئے زمیں کے اوپر

صُبحکو جو کوئی اِس شہر میں آوے کنگال

شام سے پہلے سواری کرے زیں کے اوپر

بولا ایسے شہرِ ناپُرساں پر پتھر کیوں نہیں پڑتے جہانکا بادشاہ غافل اور قاضی بددیانت ہو چنانچہ کئی برس گُذرے میں نے دو آفتابے طِلائی یہانکے قاضیکے سپُرد کئے تھے اب جو طلب کرتا ہوں تو مُکراتا ہی وُہ کہاوت ہی کہ جھوتیکے آگے سچّا رو مرے اِس باتکو کوئی شاہد گواہ بھی نہیں لاچار چلا جاتا ہوں قبلۂ عالم جسدم میں نے سُنا مجھے مارے شرم کے عرق آگیا اُس شخصکو جانے

سے باز رکھکر حضور عالیمیں لے آیا ہوں تب خلیفینے اُسے اور نزدیک بُلاکر
ساری کیفیت مُفصّل دریافت کی فرمایا ابھی تو تو فلانے مکانمیں رہ تیرے
مال کی تحقیقات کی جائیگی پھر خلیفینے قاضی سے رشتہ دوستی کا بڑھایا
یہاں تک کہ گاہ بیگاہ اُسکے ساتھہ بیتکلف ہمکلام ہُوا کرتا اینکروز اخلاص
کے باتیں کرتے کرتے یہہ سخن درمیان رکھا کہ قاضی صاحب اینک مشورہ
میرے خیال میں گذرتا ہی جو تُم عہد کرو کہ یہہ راز فاش نہو کسیکے
کان تیرے تو دوستی کے بھروسے اپنے دلکی بات زُباں پر لاتا ہوں
بولا از براے خُدا یہہ کیا مذکور ہی ایسا بھی کم ظرف اوچھا اِس بندیکو
تصوّر نفرمائیے شوق سے جو مرضی میں آوے اِرشاد کیجئے مُمکن نہیں
کہ اِس اسرار سے فرشتے کو بھی خبر ہو تب خلیفینے اینک تھندی
سانس بھرکر کہا کہ یہہ اوج ریاست اور اُمورات سلطنت حمام کی

زندگی اور ڈھلتی پھرتی چھانو ہی اسکا کیا اعتبار آج ہی اور کل نہیں
تو سپرد شمنوں سے دغدغہ رات دن مبادا کہیں قابض ہو جاویں
یا قابو پاکر مار ڈالیں تو پیچھیں خاندانکی خرابی ہو اس سے کچھ ذخیرہ
کر رکھوں تو بہتر خدانخواستہ نیک و بد ہو تو بال بچوں کے کام آوے
پر ایسا ایماندار اپنے نگاہ میں کوئی نہیں ٹھہرتا کہ کچھ امانت جسکے حوالے
کروں لیکن الحمدللہ کہ ایک آپہی کی ذات شریف نور تقوے و دیانت
سے مانند خورشید اس دور قمر میں جلوہ گر ہی ہر چند آپکو تکلیف
ہوگی لیکن میری خاطر جمعی اسمیں ہی کہ از روے الطاف کے
کل علی الصباح سے کچھ زر نقد آپہی کے نزدیک رہے تو سب سے اچھی بات
ہی قاضی نے یہہ سنکر جواب دیا حقتعالے حضرت کی صد و بیست
سال عمر کرے اور ہم غریبوں کو دامن دولت کے سائے میں رکھے

دوست شاد دشمن پامال ہوں لیکن جہاں پناہ کا فرمانا سر آنکھو پر
بندہ سبطرح تابعدار ہی کسی صورت سے نابر نہیں آخر ایسا ہی
مقرر پایا کہ دو لاکھ روپئے کل قاضی کے حوالے کئے جاینگے غرض قاضی
حضور سے رخصت ہوکر اپنے گھر آیا اور دولت کے لالچ میں کہاں کی
نیند اور کہانکی بھوکھ

لالچ بری بلا ہی سبھی خاص و عام میں
لالچ سے مرغ زیرک پھنستا ہی دام میں

جب شاہ نے معلوم کیا کہ اب تو یہہ دم میں آچکا اُس شخصکو بلاکر کہا
کل فجر جسوقت قاضی دربار میں آکر بیٹھے تو تو اپنا مال اُس سے مانگیو
البتہ دیویگا دوسرے دن قاضی دربار بادشاہی میں آیا تب اُس
آدمی نے برے ادب سے جھک کر تسلیمات بجالایا اور کہا شریعت پناہ

اُن دِنوں میں سفر جاتے وقت دو آفتابے جو میں نے آپکے حوالے کئے تھے
اب مجھے درکار ہیں عنایت کیجئے قاضی تو طمع کے کمند میں گرفتار ہی تھا
اندیشے میں گیا کہ جواب نہیں دیتا ہوں تو وہ خزانہ ہاتھ سے
جاتا ہی اور بدنامی حاصل ہوتی ہی بولا او ہو ایعزیز تو نے سفر میں
بہت دن لگائے خوب ہوا جو تو آیا وہ جنس موجود ہی
اپنا لے شاہ نے اُسوقت قاضیکے دیانت پر آفرین کی اور کچھ عذر
کرکے اُس دِن تو وہ خزانہ اُسکے سپرد نہ کیا جب حق حقدار کو پہنچ چکا
خدمتِ قضا سے اُسے تغیر کیا

مُلکِ دانش پہ شہِ عدل کی سرداری ہی
عدل با احسنِ تدبیرِ جہانداری ہی

حکایت کریال نام ایک راجا بڑا عادل تھا ایکروز ماتھی پر

سوار ہو شہر کی سیر کرنے نکلا ہر طرف دیکھتا بھالتا پھرتا تھا
کہیں ایک عورت حسین اسکے نظر پڑی دیکھتے ہی عاشق ہو گیا
اور ماتھی اُسیطرف ہولا چاہتا تھا کہ اُسے پکڑ کر آتش شہوت آب
وصال سے بجھاوے اور کچھ مزہ اُٹھاوے پر پاسبانِ ہوش نے
منع کیا آخر وہانسے پھر کر محل میں داخل ہوا دوسرے روز سارے
اہلکار اور برہمن جمع کر کے بولا میں چاہتا ہوں کہ جیتے جی اپنے تئیں
آگ میں گرا کر بھسمنت کروں سبھوں نے پوچھا کیا سبب بولا
کل مجھ سے ایسے حرکت ظہور میں آئی کہ پرائی استری پر میرا من
ڈگا پنڈت یہہ سُنکر بولے تم راجا ہو کے ایسی پاپ کی کھوٹی نگاہ
رکھو تو ہمیں بھی تمھارا جینا نہیں بھاتا اب یہی اُتم ہی اس کو دھر
میں سے اپنے تئیں پھونک کر راکھ بناو ندان جب چتا چُنی گئی

اور

اور اگن بھڑک اُٹھی تب راجا نے ارادہ کیا کہ اُسمیں کود پڑے برہمنوں نے ہاتھ پکڑ لیا کہ بس تدارک ہوچکا کیونکہ بدن کی کچھ تقصیر تھی یہہ سب ہیئے کا دوش تھا اُسے سیاست ملی جو اتنی دیر اُسپر کوفت رہی تب راجا نے جان کے عوض بہت سا روپیہ خیر خیرات کیا

حکایت ایکروز ملکشاہ کی سواری ایک شہر میں سے ہوچلی کسی حویلی بلند کی مُنڈیر جو آسمان سے باتیں کر رہی تھی اُسپر ایک لڑکا بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا پر نیچے کے آدمیوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہہ کوئی پنکھیرو ہی شاہ نے بھی جانور کے شبہ پر شست لگا تیر اُسیطرف چھوڑا اور تیر اُسے جا لگا تیر کے لگتی ہی وہ زمیں پر آیا تو معلوم ہوا کہ لڑکا ہی شاہ دیکھتے ہی بے اختیار رونے لگا فرمایا کہ یہیں ڈیرے کھڑے کرو اور اِسکے وارث کو بلاؤ اُس لڑکے کا

باپ نہایت مُفلس بدن پر چندیاں لگیں ہُویں کھانے سے مُحتاج اگر موجود
ہُوا تب شاہ نے ایک طشت سونے سے بھرا ہُوا اُسپر تلوار دھرکر اُسکے
آگے رکھوا دیا فرمایا یہہ شمشیر اور میرا سر اور یہہ تھالی معہ زر موجود
ہی اِن دونوں میں سے جسے تیرا جی چاہے اختیار کر اُس غریب نے
یہہ جوانمردی شاہ کی دیکھکر زمینِ خدمت کو بوسہ دیا اور کہا
یہہ لڑکا تو کیا میرا سر اور یہہ زر فرقِ مُبارک پر نثار ہی عمر و دولت
شاہنشاہ کی بڑھتی رہے میں اپنی دادیا چکا آخر شاہ نے وُہ زر
اُسے دِلوایا اور اُس شہر کے حکومت کی سند اُسیکو کر دی

مردِ انصاف سے نہ جاتے ہیں
تاکہ اپنا بھی جی گنواتے ہیں
ایک پتنگے کو جو اذیت ہو

شمع کے طرح سر کٹاتے ہیں

حکایت ایک شخص بہت لوگونکا دیندار تھا اور معتضد خلیفے کے بھی چار ہزار روپئے اُسپر آتے تھے قضاء الٰہی سے وُہ مرگیا اور پانچ ہزار کا اثاثہ چھوڑا تب خلیفے نے قاضیکو کہلا بھیجا کہ اُس عوض میں سے چار ہزار روپئے تو ہمارے سرکار میں داخل ہوں اور باقی جو بچیں سو موافق قرض کے تقسیم کئے جاویں قاضی نے اُس پیغام لانے والے سے کہا خلیفے کو بھی قرض میں سبکے حصّے موجب رسد دیا جاویگا یہہ کیا مُناسب جو اوروں سے زیادہ لے تب اُس شخص نے جواب دیا ای قاضی خلیفہ کب سبب خلقت کے برابر ہو قاضی نے کہا البتّہ اِس مُقدّمے میں سب ہی یکساں ہیں آخر یہہ بات خلیفے پر ظاہر ہوی تب تامّل کر کے کہا فی الواقع جو اوروں کی راہ سو اپنی بھی قاضی جسطرح بانٹ

دے مجھے منظور ہی القصہ اُس تقسیم پر راضی ہُوا. اور سبھوں کے موافق
قرض لیا حاصل کلام عدلِ شاہ اور انصافِ قاضی یادگار رہا

شاہ عادل ہو تو عالم بھی دیانت دار ہو

حکایت ایک بادشاہ کا وزیر نہایت عقلمند تھا دشمنوں نے
حسد کی راہ سے مزاج بادشاہ کا بہکا کر اُسکے طرف سے برہم کر دیا یہاں تک کہ
خدمتِ وزارت سے اُسے تغیر کر دیا چند روز کے بعد وزیر نے حضورِ اعلا میں
عرضی گذرانی کہ یہہ غلام خانہ زاد موروثی اور نمکپروردہ قدیمی ہی
اگر خداوندِ نعمت حق خدمتگذاری کا سمجھکر التماس اِس فدوی کا قبول کریں
تو بجا ہی اُمید کہ اس بیکاری کے عالم میں ایک اُجاڑ کھیڑے کی سند اِس
غلام کے نام ہو جاوے تو اُسکے شغل میں دل بہلاتا رہے اپنے پاس سے
تقویت دے اِستمالت کر کے اُسے آباد کرے بادشاہ نے کہا جو پرگنہ تجھے منظور

ہو اُسنی کا پروانہ کیا جاوے وزیر نے پھر گذارش کی ابتو بندنکا کچھہ اختیار
نہیں دیوان کے معرفت خود بدولت اپنی تجویز سے مقرر ٹھہرائے تب
شاہ نے اہلکاروں کو حکم کیا کہ کوئی ویران گانو دریافت کرو تو وزیر
معزول کے نام کی جاگیر کی جاوے غرض اہلکاروں نے ہزار کوس کے گرد
میں ایک بھی قریہ اوجڑ نہ پایا سارا ہی ملک آباد اور آسودہ نظر آیا تب شاہ نے
اس وزیر سے کہا میں نے تو بہت سی تلاش کروائی اپنے عمل بھر میں خوب
آبادی ہی کہیں ویرانہ نہیں لیکن جس بستی پر تیری خوشی ہو
فرمان کئے دیتا ہوں تب وزیر نے دست بستہ ہوکر عرض کی جہان
پناہ گانو کے درخواست کرنے سے فدوی کی یہہ غرض تھی کہ خیال فرمائے
میں نے کس کس کوشش و تردد سے اس ولایت کو آباد کیا جو ویرانکا
نام و نشان کہیں باقی نہ رہا اب مناسب ہی یہہ خدمت ایسے

شخص کے حوالے کریں جو اِسقدر کر دکھاوے بادشاہ نے یہہ بات سُنتیہی نہایت
عُذر کیا اور خلعت سرفراز یکا دیگر اُسی بدستور بحال کیے

اقبالِ سکندر ہی تدبیرِ ارسطو سے

حکایت ایکدن نوشیروان نے وزیر سے پوچھا بازکوتاہ عُمر
اور چرِیا دراز زندگی کیوں کرتی ہی بولا باز ظالم اور چرِیا ضعیف و کم آزار ہی
تب بادشاہ نے کہا عدل کیونکر چاہیے جو موجبِ رفاہیتِ خلقُ اللہ ہو
عرض کی شاہ کو لازم ہی کہ سب رعیت کا احوال اپنے ذات سے کماحقّہٗ
دریافت کرے بدون حُکم بادشاہ کے پتا نہ ہلے شاہ نے کہا آئین وگماشتے
شہر بشہر تعین کرتا ہوں تو بخوبی سب کام سرانجام پاویں وزیر نے کہا
سوال و جواب رعیت کا کاروبار یونکے اختیار میں ڈالنے سے خلل عظیم واقع ہوتا ہی
اور مُلک تباہ ہوجاتا ہی کیونکہ اکثر گماشتے لالچ میں پڑجاتے ہیں تب شاہ نے

کہا

کہا فقط اکیلے بادشاہ سے بندوبست مُلک کا ہونا امرِ محال ہی وزیر نے جواب
دیا بہتر یون ہی کہ ایک گھنٹا اُسکے چارطرف زنجیریں لگوا کر محل سرا میں لٹکوا دیجئے
تو داد خواہ بنا روک ٹوک اُسکی زنجیریں پکڑکر ہلاوے اور حضور سے داد پاوے
تو ظالموں پر موجبِ رُعب ہوگا آخر نوشیروان نے ویسا ہی کیا کہ ایک گھنٹا
اپنی خوابگاہ کے چھت میں لٹکوا دیا اور اُسکی زنجیریں جا بجا کوچہ و بازار میں
چُھروا دیں جو کوئی کسی پر تعدی یا ظُلم زیادتی کرتا تو وہ اُس گھنٹے کو ہلا دیتا
بادشاہ آواز سُنکر انصاف کرتا ایکروز ایک گدھا دُبلا سا مارے کھاج کے
پیٹھہ اُس سنکل سے گھسنے لگا وُہ تال ہی تب شاہ نے کوٹھے پر چڑھہ دیکھا کہ ایک
گدھا برا ہی لاغر پیٹھہ میں نا پری ہوئی زنجیر ہلاتا ہی پوچھا یہہ خرکس کا ہی
بولے یہہ گدھا دھوبی کا ہی جبلک جوان ہشاکتا رہا اُسنے اُسپر لاد کر کما کھایا
اب جو بُڑھاپے کے سبب رہ گیا تو چھوڑ دیا فرمایا اُسے بُلاو جب وُہ آیا تو پہلے

پینے روبرو خوب دھول دھپا اُسے کروایا کہ جب چالاک تھا تو نے اِس سے
کام لیا اب تھک گیا تو کیوں اُسے نہیں پالتا خبردار آج سے اِسے دس سیر جو
اور دس پولی گھاس بلاناغہ ہر روز نہ دیا تو پیٹ چاک کروا ڈالونگا

حکایت کہتے ہیں اُن دنوں میں کہ نوشیروان نے عمارت
عالی کی تعمیر کروانی شروع کی اُسمیں ایک بُڑھیا کی جھونپڑی آپڑی شاہ نے
اُس بُڑھیا سے کہا جو تیری مرضی ہو تو یہہ جھونپڑی مجھے دے جو کچھہ تجھے درکار ہو
سو دِلوا دوں یا اُسکے بدلے جہاں کہیں تیری خوشی ہو محل بنوا دوں
بولی مجھے اِس سے زیادہ اور کیا ہونا کہ ہر صبح اُٹھہ جمالِ مبارک دیکھتی رہتی ہوں
بادشاہ نے کہا خیر جو تیری خوشی یونہیں ہی تو میں بھی کچھہ جبر نہیں کرتا
آخر وہ جھونپڑی ویسی کی ویسی ہی رہی اُس بُڑھیا کے پاس ایک گائے تھی
آتے جاتے قصرِ شاہی میں آلایش کرتی پر نوشیروان کچھہ نہ کہتا جب نوشیروان نے

اس

اِس منزلِ فانی سے کوچ کیا بعد دو سو سال کے اِیک بادشاہ مُصاحبوں سمیت
اُسکی قبر پر آیا اُسوقت اِیک مُصاحب نے کہا حدیث شریف ہی کہ بادشاہ
عادِل کا بدن گور میں پوسیدہ نہیں ہوتا اور گور کے کیڑے کچھ ضرر اُسے نہیں
دے سکتے بادشاہ نے کہا نوشیروان بھی تو بڑا عادل تھا بھلا اُسکی مرقد کھود کر
دیکھیں کیا صورت بنی ہوگی پس اُس مزار کی جب خاک سرکائی قالب اُس مرد کا
جیسا کوئی سوتا ہو نظر آیا اُسکی اُنگلی میں تین انگوٹھیاں تھیں تین نصیحت
اُنپر لکھی ہوئیں پہلے دوست و دشمن سے دار مدار رکھو دوسرے سب کام مشورت
سے کرو تیسرے قناعت پکڑو تب وزیر نے کہا یہہ انگشتری یہاں عبث ہیں
اُتار لیجئے شاہ نے اُسے جھڑک دیا عطر خوشبو ڈالکر وُہ قبر معمور کردی

حکایت تُرکستان کے بادشاہ نے اِیلچی کے ساتھ دس اِیک آدمی
دیگر یہہ نامہ ہند کے راجا کو لکھہ بھیجا کہ ہمارے سماعت میں گذرا کہ ہندستان

زمین میں کچھہ ایسی چیز پیدا ہوتی ہی کہ جسکے کھانے سے حیات انسان کی بڑھہ
جاوے اسی لئے رئیسان ہند دراز عمر ہوتے ہیں راجا نے جب یہہ مضمون پڑھا
اُس وکیل کو اُن آدمیوں سمیت ایک قلعۂ سنگین بلند کے نزدیک جسکی چوٹی
فلک سے مل رہی تھی لیجا کر کہا کہ جبتک یہہ کوہ گر نہ پڑے تمھیں رخصت نکرونگا
اور جواب بھی اس خط کا نہ دونگا یہہ سنکر وہ لوگ نہایت متفکر ہوئے محض
نراس ہوگئے کہ اب عزیزوں کے دیدار سے بھی محروم ہے اور گھر بار سے ہاتھہ دھو
بیٹھے لاچار اُسی پہاڑ کے تلے خیمہ استاد کروائے اور شب و روز جناب الٰہی میں دعا
کرتے کہ یا اللہ اس پہاڑ کو گرا دے اتفاقاً تھوڑے دنوں کے بعد ایکدن زلزلہ ہوا
اس قلعۂ سنگین کی الگ توت پڑی تب اس وکیل نے راجا کو اطلاع کی
راجا نے کہا تم تھوڑے سے آدمیوں کی دعا سے ایسا پہاڑ جڑ سے اُکھڑ گیا تمھارے
بادشاہ جو ظلم کرتے ہیں اسی باعث خلقت کی بددعا سے بیخ و بنیاد اُنکی عمر کی

برقرار نہیں رہتی ورنہ کسی فیلسوف کو بھی روے زمیں پر دراز عمر
یاد نہیں ظاہر ہی کہ شہباز ظلم کے سبب ایسا کوتاہ عمر ہوتا ہی بیس برس سے
زیادہ نہیں جیتا اور گدھے کی زیست قناعت کے باعث اتنی دراز ہی کہ
سات سو برس تک زندگانی کرتا ہی

حکایت ایکدن ایک بادشاہ شکار کے عقب گھوڑا دالے لشکر سے
دور نکل گیا تو دو تین پال جنگل میں دیکھی دھوپ کے شدت سے انکے اثر تلے
جا بیٹھا ایسا کہ سانجھ ہوگئی تب کتنی ایک گایئں چرچگ کر وہاں
آیئں ایک بڑھیا نے رانوتی سے نکل اپنی لڑکی سے کہا کہ دودھ نچوڑ جو مہمان
کی تواضع کریں اس لڑکی نے دودھ دوہا یہاں تک کہ شاہ دنگ ہوکر دیکھنے
کہنے لگا اسقدر جو انکے یہاں دودھ ہوتا ہی ایک ہفتے کا سرکار میں ہر
مہینے دیونیں تو ان پر کیا بھاری ہو اور حاصل اسکا کچھ کا کچھ عمل میں آوے

البتہ کچھ نہ کچھ محصول ان پر لگایا تو چاہیئے غرض بادشاہ رات کی رات
کھا پیکر وہیں سو رہا جب اجالا ہونے آیا اور جانور صبح کے بولنے لگے اس بڑھیا نے
اسی لڑکی کو جگایا کہ جلد اٹھ دودھ دوہ لڑکی جب شیر دوہنے لگی تو ماسے
پکار کے بولی ای اماں دعا کر اس ملک کے بادشاہ کی نیت بدل گئی ہی وہ
بڑھیا ترنت اٹھ ناک گھسنی کرا التجا کرنے لگی کہ الٰہ العالمین بادشاہ کو نیک نیت
رکھ شاہ نیت اچنبھے میں گیا کہ سبحان اللہ یہہ لڑکی میرے دلکی بات
کیونکر دریافت کرگئی آخر نہ رہ سکا بڑھیا سے پوچھا سچ کہو تمھیں کسطرح معلوم
پڑا کہ اس گھڑی نیت بادشاہ کی برابر نہیں بولی ہر صبح میری گائیں
بہت سا دودھ دیتی رہتی تھیں اور آج کچھ نہیں دیا اس سے صاف معلوم
ہوتا ہی کہ شاہ کے نیت میں مقرر فرق آیا تو برکت بھی جاتی رہی
جیسی نیت ویسی برکت شاہ نے کہا بجا ہی وہ بادشاہ میں ہی ہوں

واللہ

و للہ اب میں اس خیال سے درگذرا تم اپنی گاو پچھڑو غرض وہ لڑکی پھر
دوہنے لگی تو دودھ ہمیشہ کے موافق نکلا

حکایت ایک بادشاہ کے عہد میں کسی شخص نے اپنی دیوار
کے تلے سے خزانہ پایا بادشاہ کو خبر ہوئی تب اسے حضور میں بلا کر کہا میں نے
سنا ہی کہ تجھے گنج ملا مجھے خبر کیوں نہ پہنچائی بولا اس لئے کہ وہ مکان
میرے ملک اور میراث میں ہی اور تم عادل ہو کر زبردستی نہیں
کرینگے بادشاہ نے کہا بھلا وہ مال لایا تو چاہئے دیکھیں کس قدر ہی آخر وہ
مرد تھوڑا سا زر حضور میں لوالایا شاہ نے ملاحظہ کر کے اسیکو بخشا بعضے
شخصوں نے عرض کی خداوند مبلغ بیحساب اسکے ہاتھ لگا ہی یہہ تو اسکی چوتھائی
بھی حضور میں نہیں لایا سب کا سب چھپا رکھا بادشاہ نے کہا یہہ سچ ہی
پر مخفی گر رکھا ہو تو اب علانیہ خرچ کرے اسکا مزاحم کون ہی اسی بادشاہ کے

دور میں ایک شخص نے ایک حویلی خرید کی مرمت کرنے لگے تو وہاں سے مال نکلا
تب وہ شخص یہہ مال اُس حویلی بیچنے والے پاس لے گیا کہ اپنا مال لے کیونکہ میں نے
حویلی مول لی ہی نہ کہ زر وہ بولا مجھے اِس پیسے کا سُن گُمان بھی نہ تھا
بھلا لوں تو کسطرح لوں بہتر ہی کہ یہہ مال پادشاہ پاس لیجاویں اور
اُسیکو دے دالیں غرض وہ نقد حضور میں لِوالائے اور ساری کیفیت
کہہ سُنائے شاہ نے کہا تُم تو غریب آدمی ہو کر اِسقدر امانت میں خیانت
نہیں کر سکتے اور میں تو خُدا کے فضل سے اِس اقلیم کا بادشاہ ہوں تعجب
ہی جو تُم سے بھی کم ہمت ہو کر اِس کام میں جُرأت کروں تب یہہ بولے
تُم ہمارے والی ہو جو کہو سو ہمیں قبول ہی فرمایا صلاح یہہ ہی
کہ تُم اپسمیں رشتہ ناتا کرو اور فیمابیں بیٹا بیٹی کی سگائی کر کے سمدھی
بن جاؤ اور یہہ مال لڑکی کے دہیز میں دو آخر اُنھوں نے ویسا ہی کیا

کہاں ظلمتِ ظلم اور نورِ عدل

حکایت اُن دِنوں میں کہ شاہ مُعِزُّالدّین غزنین شہر نہروالے سے لڑتا تھا ہرچند بہت سی مشقّت اُٹھائی پر فتح مُیسّر نہ آئی تب اپنی دارالحکومت غزنین کو پلٹ آیا ایک امیر نے عرض گذرانی کہ دو لاکھ روپئی نہروالے سوداگر کے شہرِ غزنین میں ہیں اگر حُکم ہو تو وُہ مال قُرق کر کے خزانۂ عامرہ میں داخل کیا جاوے تو فوج کی تنخواہ کو کفایت کرے شاہ نے اُس عرضی کے پُشت پر دستخط کیا کہ مال اُس سوداگر کا اُسوقت حلال ہی جو شہر نہروالے میں لڑائی کے وقت ہاتھ آوے اور غزنین میں ضبط کرنا انصاف سے بعید ہی خبردار اُسکے مال کو کوئی ہاتھ نہ لگاوے غرض غزنین میں کوئی اُسکے مال کا مُزاحم نہ ہُوا اِس عدل کی برکت سے دو برس کے پیچھے نہروالہ شاہ غزنین کے عمل میں داخل ہُوا

مصطفےٰ سے اسقدر اثبات پائی شانِ عدل
طاعتِ صد سال سے افضل تر ہی اِک آنِ عدل

حشر کے دن جب سوا نیزے پر آوے آفتاب
سایۂ عرش بریں میں ہو کرا سلطانِ عدل

سنگِ راہِ ظلم سے ٹھوکر اگر اکثر لگیں
سلطنت میں کب لگی ٹھوکر جو ہو میدانِ عدل

بادشہی ناخدا اور مملکت مثلِ جہاز
بالضرورت اسکے لے چلنے کو ہی سکانِ عدل

ضرب رکھ داد و دہش سے جو تو چاہتا ہی رواج
سکۂ موزون بندر منبئ میزانِ عدل

دوسرا باب دوراندیشی کا

حکایت ایکروز یہہ چار شخص عالم سیّد سپاہی بنیا ملکر کسی باغمیں گئے اور میوے کچے پکے توڑ توڑ کھانے لگے اور بہت سے کاٹ کتر چکھہ چکھہ کر پھینکنے باغبان نے آکر دیکھا کہ سب پھل چت ہوگئے اور کچھہ ادھ کچرے بچے تب اپنے دلمیں کہنے لگا جو میں تن تنہا ان چاروں سے اُلجھہ پڑتا ہوں تو ابھی ٹھوک ڈالتے ہیں یہہ سوچکر عالم سے بولا حضرت سلامت آپ تو عالم ہیں دینکے ستون اور بھولے بھٹکوں گمراہوں کو راہ پر لانے ہمارے اور یہہ سیّد ہمارے دین وایمان ہم انکے خادم اور سپاہی کی تو ہم رعیت ہیں اور یہہ ہمارے پشت پناہ جو ایسے مرد اس باغمیں آویں تو موجب برکت اور ہماری سعادت بھلا یہہ بنیا کون ہی اسطرح باغمیں بیٹھ ٹوک آگر جیسا پکا مال بگاڑ ڈالے کبا قرض دیتا ہی تو بیاج نہیں لیتا یہہ کہہ لپکا اور اُس بنئے کو پکڑ کر پچھاڑا

ہاتھہ پانو رسّی سے جکڑکر ایک طرف ڈال دیا پھر سپاہی سے بولا وے دونو
تو بزرگ ہیں یہہ باغ اُنکی نذر ہی پیشتر اِسکا سرکار میں بھر چکا ہوں
تیرا کیا دھراتا ہی جو تو نے اتنا نقصان کیا اِسیطرح اُسکا بھی گریبان کھینچکر
لات مکّی سے ہاتھہ پانو خوب نرم کئے اور باندھہ کر کھسکا دیا پھر عالم سے کہا
ساری خلقت سادات کی تو بنا دامون غلام ہی اور اُنکا حق ہم پر واجب
ہی لیکن تو جو علم کا دعوے رکھتا ہی کیا یہہ نہیں جانتا پرایا باغ اُجاڑنا گناہ
ہی بھلا ایسا علم کس کام کا کیا گدھے پر کتابیں لاد نہیں دیتے یہہ کہہ کر اُسکی
داڑھی پکڑکر گھرایا اور خوب لتیا کر ہاتھہ پانو کسکر گٹھری بنا دیا جب سیّد اکیلا
رہ گیا بولا سُن ای تو مدّعی تجھہ موذی کو کسنے سیّد بنایا پیغمبر نے مال مُفت کا حلال
نہیں کیا بھلا کہہ تو تو نے کس سبب میرا مال بیگارا آخر اُسے بھی چومیخا کیا اِسی
ڈھب چارتوں باندھہ ڈالے جب لگ خاطر خواہ قیمت اُس میوے کی نہ بھر

LIBRARY OF THE SOCIETY FOR ADVANCED STUDY

کیگو

کسیکو نہ چھوڑا وہ کہاوت ہی جگ پھوتا اور نر دماری گئی

حکایت نقل ہی ایک ساندنی سوار نے کسی بیابان میں آگ
چارطرف گھاس میں لگی دیکھی اُسیمیں ایک کالا سانپ گھبرا گیا
کہ بھاگنے کی راہ مطلق اُسپر مسدود تھی قریب تھا کہ جل جاوے یہہ مرد تو نہایت
خداترس تھا رحم کھاکر دل میں کہنے لگا اگرچہ سانپ انسان کا دشمن ہی
پر اس حالت میں اِسے نہ بچانا شرطِ مروت نہیں فی الفور توبرہ رسّی سے
باندھہ اُسکے آگے پھینک دیا سانپ اُسکے اندر گھس بیٹھا اور یہہ شتر دوڑا کر
توبرے سمیت اُس دشت سے باہر ہوگیا تب سانپ سے بولا لے اب یہاں
کچھہ آگ نہیں جہاں تیرا جی چاہے چلا جا سانپ نے کہا اب تجھے اور تیرے
اونٹ کو بنا دسے کب یہاں سے جاتا ہوں کہا تو نہیں جانتا کہ میں تیرا
دشمن ہوں تو نے کس توقع پر مجھہ سے ایسا سلوک کیا کہہ تجھے یا تیرے

اونٹ کو پہلے کاٹوں تب تو یہہ شخص دل میں درگزرافی سے
کہنے لگا ای پتال کے راجا میں نے تیرے ساتھہ بھلائی کی ہی
تعجب ہی کہ تو نیکی سے گذر کر بدی کا ارادہ رکھے
نیکی نہ ہو سکے تو بدی بھی نہ کیجئے
سانپ نے کہا آدمی کے مذہب میں نیکی کی جزا بدی ہی اگر
میں نے تیرے ساتھہ بھلائی کے عوض برائی کی کچھہ تعجب نہیں
اُسنے کہا یہہ تو سراسر خلاف ہی انسان ہمیشہ بدی کے بدلے
نیکی کرتے ہیں تب سانپ نے کہا بھلا تیری خوشی ہو کسی اور سے
پوچھوا دوں تو سہی وہاں ایک بھینس چرتی ہوئی دور سے نظر پڑی
بختی سوار نے نزدیک جاکر کہا ای گاومیش سچ کہہ نیکی کے بدلے بدی بھی
کرنی کہیں درست ہی بولی آدمی کے مذہب میں ایسا ہی ہی جس سے کوئی نیکی

کی

کرے وہ اُسکے بدلے بدی کر دکھاوے چنانچہ میں ہی مدت سے ایک شخص کے
پاس تھی ہر سال ایک بچہ دیا کرتی دودھ دہی گھی سے ایسا آسودہ
رکھتی جو گھر میں ریل پیل رہتی اب بوڑھاپے کے سبب دانت کڑکڑ
کریں اور سینگ پھلسے اریں تو تھنوں سے دودھ بھی سوکھ گیا
اور بیانت سے بھی رہ گئی اُسنے مجھے چھوڑ دیا اور کھل باندھنو لے مجھے
کھلانے موقوف رکھے تب میں نے اس جنگلے میں چرچک کچھ آنگ
پکڑا قضا کا رکل وہی شخص یہاں آیا مجھے موٹا تازہ دیکھکر میرے
گوشت پر دانت رکھا ایک قصائی کے ہاتھ مجھے بیچ ڈالا تو وہ ذبح
کرے اور ٹکا بوٹی کر ڈالے اور پوست میں چھریں بھوکے بھلا کہہ تو
نیکی کے بدلے بدی ہوئی کہ نہیں سانپ نے یہہ سُنتیہی چاہا کہ کاٹے
تب یہہ بولا شریعت میں ایک گواہ کی شہادی پر عمل نہیں کرتے اور

ایک جنے کے کہنے پر فتوے نہیں رکھتے تب سانپ نے ادھر اُدھر نگاہ کی سوائے
ایک جھاڑ کے اُس میدان میں کچھ اور نظر نہ پڑا بولا چل اُس درخت سے
پوچھیں وہ کیا کہتا ہی آخر اُس درخت کے پاس آکر بولے ای روکھ
سچ کہہ نیکی کا ثمرہ نیکی ہی یا بدی درخت نے کہا آدمیوں سے میں
ایسا ہی دیکھتا ہوں کہ نیکی کی مکافات بدی کرتے ہیں اِس لئے
کہ میں برسرِ راہ ایک پانو پر کھڑا ہوں جو مُسافر تھکا ماندہ دھوپ کا
مارا میرے سائے میں آتا ہی آرام پاتا ہی پھر میرا بُرا چیتتا ہی
کہ اِسکے تھنوں کو چیریں تو خوب تختے اور شہتیر نکلیں اور اِسکی ڈالی
کی لاٹھی بھی معقول بنے بلکہ تبر ہاتھ میں ہووے تو شاخ کاٹ لیجاویں
میری چھانو تلے بیٹھنے کا احسان بھلا دیویں یہہ بات سُنکر سانپ نے
کہا کہوں اب تو حجت ختم ہوچکی بولا خیر اگر تو دم بھر صبر کرے تو بھلا

بتمر

تیسرے سے بھی دریافت کرلوں اگر یونہیں ہی تو لاچار رہوں
تیری خوشی ہو سو کیجیو اتفاقاً ایک لومڑی نظر پڑی یہہ تو اُس سے
پوچھنے بھی نہ پایا جو وُہ بولی اے عزیز تو کیوں انجان بنا جاتا ہی کیا
نیکی کا عوض بدی نہیں تو نے اِس مارِ سیاہ کے حق میں ایسا کیا احسان
کیا بولا میں نے اِسے آگ سے بچایا بولی ناحق کیوں جھوٹھ بکتا ہی
تب سانپ نے کہا دُرست کہتا ہی لومڑی کہنے لگی بھلا میں کسطرح
سچ جانوں اسنے کہا میں نے تو بڑیکو رسّی سے باندھ زمین پر ڈال دیا تھا
جب یہہ اُسکے اندر آگیا میں نے اوپر کھینچ لیا لومڑی بولی اس ذرہ سے
تو بڑیمیں اِتنا بڑا سانپ کیونکر سمایا اب جو میرے روبرو یہہ سانپ
اسے تو بڑیمیں پھر جاوے تو مجھے یقین آوے اور فتوے بھی دوں
اُس سانپ نے سمجھا یہہ لومڑی میری طرف کی بات کہتی ہی

جھٹ پٹ تو بڑیکے اندر ہو گیا تب لومڑی نے کہا دشمن قابو میں آیا
فرصت نہ دے نہیں تو یہہ بلا تیری جان پر آتی ہی شتر سوار نے وہ تو
ترنت زمیں پر دے پٹکا اور سانپ کا سر پتھر سے کچل ڈالا اور یہہ قطعہ پڑھا

حزم کے نور سے رخ جسنے ہو پھیرا رکھا
دیدہ دانستہ ریاست میں اندھیرا رکھا

غرق فرعون ہوا بحر میں نادانی سے
کہو نکہ موسے کو کنارے پہ نہ گھیرا رکھا

حکایت کہتے ہیں ایک بادشاہ کو جواہرات سے محبت
زیادہ تھی ہر روز اپنے حضور منگاتا کہیں دار وغے ذرہ دیر کرتے تو مزاج
برہم ہو جاتا اسی واسطے ایک مچھلی سونے کی بنوائی سارا جواہر لعل
یاقوت ہیرا پنا نیلم موتی مونگا کنکر پتھر بیش قیمت جو کچھ خزانے میں

تھا سب جرواہا اور شب و روز اپنے نظروں تلے رکھنے لگا جو دربار میں
بیٹھتا تو تخت کے سامھنے دھری رہتی اور سونے کے وقت زیر سر تکیہ
کرتا یہہ شہرہ اُس ماہی بے بہا کا ماہ تک پہنچا ایک چور کتا ایسا تھا
جو آدمی کے آنکھوں سے کاجل چرا لیتا دو لگایا کہ اس مچھلی قیمتی کو کسی
بھید سے اپنے دام میں لایا چاہیئے جب ماہی آفتاب نے حوض مغرب میں
غوطہ مارا اندھیری رات پڑ گئی چور قلعے بادشاہی کے طرف چل دیا
پاسبان سپاہی چوکی پہرے پر ہشیار دیکھ کر کسی گوشے میں چھپ بیٹھا
آدھی ایک رات گئی پہرے کی مارے سردی کے غول اور رہ دبی آواز
سے جوں گولی سے صدا آتی ہو پکارتے تھے کہ خبردار رہو بلکہ کبھی نیند کے
جھوکے کھاتے اور اونگھہ بھی جاتے اس دزد نے سانپ کی چال میں پیر
گھسرتے گھسرتے قلعے کے پائے میں اپنے تئیں پہنچایا کمند کمر سے کھول کر پھینک

کنگورے پر اٹکا دے رسّی کے آسرے قلعے پر چڑھ شاہ کے خوابگاہ مین آیا دیکھا
کہ بادشاہ فتیلہ سوز کی روشنی مین ماہی سراہنے تکیہ کرے بے سُدھ پڑا سوتا
ہی اور ایک ٹوندی نیند کی خمار مین جھائی لیتی ہوئی چپّی کر رہی ہی
اسنے ذرہ وقفہ کیا تو وہ بھی خواب کے غلبے سے وہیں لو رکھہ گئی تب
اِس چالاک نے اُسکی اوڑھنی اُتار آپ اوڑھہ لی اور شاہ کی مُٹھیاں بھرنے
لگا بادشاہ نے کروٹ بدلی تو وہ مچھلی سر کے تلے سے آہستے سر کالی پھر
جس صورت سے اوپر گیا تھا قلعے کے دیوار پر سے نیچے آیا اور چوکیداروں
کی نگاہ سے آپکو بچا نکلا پر شہر پناہ کا دروازہ بند دیکھہ کر دلمین کہنے لگا
کہ اب شہر مین ٹھہرنا اِس ماہی مراتب سمیت بڑی قباحت ہی ایسا نہو
کہ شاہ بیدار ہو جاوے اور اِسکی جُست و جو کروائے تو اس ماہی کے بدلے مین
دامِ بلا مین نہ پڑوں اور دن نکلے پر بھی ایسی ماہی جو ماہ سے زیادہ روشن

ہی دروازے سے باہر لیجانا موافقت نہ کرینگی

وقت فرصت ہی غنیمت پیش لا کیا ہو سکے

یہہ تو ہی اسرار مخفی بر ملا کب ہو سکے

سیاہ شب وقتِ جوانی اسمیں کرنا ہی سوکر

روزِ روشن وقتِ پیری میں بھلا کیا ہو سکے

آخر اسنے اُسی مقنع میں اُس ماہی کو لپیٹا اور تھوڑے سے پھول باغبان کے

یہاں سے اُٹھا کر اُسپر ڈال طفل مُردے کی وضع ہاتھوں پر دھرے مُصیبت

زدوں کی طرح نوحہ وزاری کرتا ہوا دروازے پر آیا بولا یہہ فرزند طوطی

سا گویا ابھی کے ابھی میں عالمِ سکوت میں آگیا پھول سا مُرجھا گیا مُجھہ

دل خستہ وخاطر شکستہ باپ کے سینے پر لالہ وار داغ دے گیا تسپر

بیخرچی اور آتا گیلا مشکل تو یہہ ہی کل فجر کو اپنے بینگا نے جمع ہو ویں

گور کفن اسکا کریں تو بیمقدوری کے سبب دشمن مجھہ پر تھٹھے ماریں طعنہ
مہنا دیویں تو اس غیرت سے داغ پر داغ اور غم پر غم زیادہ ہو اس لئے
چاہتا ہوں کہ اس تاریکی میں اس گنج خوبی کو لحد کے اندر دفن کروں
تو دشمنان عقب سرشت کے نیش طعن سے محفوظ رہوں یہہ سنکر
ایک دربان نے جھرک کر کہا چل بے کہاں کا ٹنٹا لایا تجھہ سے کنگال کی خاطر
اس نصف شب میں بدون حکم کوتوال کے کون دروازہ کھولے چپکا
بیٹھا ہی تو بیٹھا رہ نہیں تو خوب خٹکے کھاویگا چور نے یہہ سنکر ایک
ٹھنڈی سانس بھری اور چلا کر بے اختیار رونے لگا تب تو سارے دربان
اٹھہ بیٹھے اور اسے بہت سا دھمکائے تب اس عیار نے بڑے عاجزی سے کہا
تم جو بیغم ہو کسی کے درد دل کی تمھیں کیا خبر ہی جس پر بیتے سو تن جانے
آخر دربانوں نے جب دیکھا کہ نیند کروی ہوتی ہی اور اب سوائے

درکھولنے کے اِس بلا سے چھٹکارا نہیں لاچار دروازہ کھول دیا اور یہہ باہر
نکلا اِتّفاقاً دروازے کے ہمسائے چکلا تھا کسی کسبی کے گھر میں ایک جوان
طرّار قحبہ کے ساتھ بیٹھا تھا اُس نوحۂ فریب کو تاڑ گیا کہ اِسمیں کچھہ کچھہ
فی ہی اُٹھکر بات چیت چوراور دربانوں کی سُنی تب بلا تحاشا
اُسکے پیچھے دوڑا اور دروازہ بھیڑنے سے پہلے پہنچ گیا اور چاہا کہ باہر جاوے
دربانوں نے پوچھا تو کون ہی جو اِسوقت باہر جاتا ہی بولا وہ شخص جو
ابھی باہر گیا اُسکا بھائی ہوں اور اُس بھتیجے جگر سوز کی آتش غم میں
جل بھن کر مجھہ چچا کا کلیجا کباب ہوگیا اب چاہتا ہوں کہ وقت
پڑے پر گاڑنے دابنے میں برادر کا شریک ہوں غرض اس حیلے سے یہہ بھی
باہر نکلا اور اُسکے پیچھے پیچھے ہولیا جب چور سولی چڑھانے کی جگہہ گیا دیکھتا ہی
کہ تین آدمی تین سولیوں پر چڑھے ہوے اور چوتھی سولی خالی کھڑی ہی

وہاں سے ذرہ اور بڑھکر وہ ماہی زمیں کھود کر گاردالی اور ایک سنگ خون
آلودہ واسطے نشان کے اُسپر رکھدیا اور یہہ جوان طرار بھی پیچھے سے اگر
واسطے نظارہ کے اُس چوب خالی پر چڑھ بیٹھا جب وہ چور پلٹا تو چوتھی سولی
پر بھی آدمی اِسی نظر پڑا دلمیں سخت متعجب ہوکر کہنے لگا یہہ کیا ابھی تو
مَیں نے ایک دار خالی دیکھی تھی اِتنے عرصے میں اِسپر آدمی کہاں سے آیا
شاید مَیں تو گنتے میں کہیں نہ چوکا ہوں یا ابھی کے ابھی میں فراموش
ہوگیا پھر واسطے احتیاط کے اُن چاروں سولی چڑھے ہوؤں کی ناک کے
آگے ہاتھ رکھا تاکہ مُردہ اور زندہ معلوم ہو لیکن کسی نے دم نہ مارا دیر
تک حیران کھڑا رہا آخر جس سولی کا اِسے گمان تھا اُسپر چڑھ آیا اور
اسکی ناک چٹکی میں بھر بھر کامل دبائے رہا پر اِسنے تو اِسقدر دم سادھا
کہ ہرگز اِس افلاطونِ وقت کی تشخیص میں نہ گذرا کہ اِسکی نبض

چلتی ہی یا کوئی دم رمقِ جان باقی ہی تبسپر بھی مارے شُبہ کے تلوار
غلاف سے کھینچ اِسکی ناک چتیائی پر یہہ تو بُت کے مانند جوں کا توں
قایم رہا ذرہ نہلا اور سی نہ کی اُسوقت اسے یقین ہوا کہ البتّہ یہہ بھی مُردہ
ہی اُتر کر اپنا رستہ پکڑا جب اِس جوان طرّار نے دیکھا کہ چور خاطر جمع سے
چلا گیا نیچے آکر وہ ماہی وماں سے نکال کسی اور جگہہ دبا دی اور ناک
پٹّی سے باندھہ روزروشن اُسی فاحشہ کے گھر آیا اُسنے تازہ زخم دیکھہ کر
پوچھا کسنے تجھے گھاو لگایا بولا اس بات سے تجھے کیا یہہ راز کُچھہ فاش کرنیکا
نہیں مگر جرّاح کی تلاش کر تو اِسکا علاج کیا جاوے اُس قحبہ نے اپنی مایکنوں
سے پوچھا کہ کوئی جرّاح بھی تُمھارا بسنی ہی اُنمیں سے ایک لونچھی بڑی
پاتر تھی بولی ایک جرّاح میرا آشنا ہی اِس حکیمی کے فن میں اور جرّاحی کے
کسب میں بڑا ہی پکّا ہی قحبہ نے کہا دیر نہ کر جلد بُلا لے جسوقت وہ جرّاح

آیا اِسکی ناک زخمی دیکھتی ہی بولا

سخت رو مرد مقابل سے نہ ٹل جاتے ہیں
ضرب شمشیر منہا منہہ کی اگر کھاتے ہیں
جنکا ثابت ہی قدم مردی میں مثلِ منصور
گرچہ سولی پہ چڑھیں تو بھی نہ گھبراتے ہیں

آخر وہ جراح ہر روز اُس زخم پر مرہم لگانے لگا اور وہ دُزد جو اُس ماہی کو قصر سُلطانی میں سے چورا لایا تھا پھر علی الصباح اُٹھتے ہی وہاں دیکھنے گیا تو وہ ماہی بے آب اُس ٹھکانے سے گُم تھی یہہ حالت دیکھتے ہی جیسی مچھلی بنا پانی تڑپنے لگا کہ افسوس اِتنی محنت برباد گئی کہ تگ کو ایسا مہا تگ مِلا جو مُجھ سے کو بھی جُل دے گیا ماتھہ سے ماتھہ مَلتا اور سر دُھنتا مگس وار اپنے گھر پھر آیا جسوقت دن چڑھا جا بجا مُنادی پھرنے لگی کہ آج رات کو ماہی مُرصع شاہی دُزدی

گئی

گئی جوکوئی اُسکا سُراغ لگادے یا اُس دُزد کا پتّا دے تو سرکار اُسے مالا مال
اور نہال کردے یہہ دُزد حسرت زدہ کوتوال کے استصواب سے بارگاہِ
سُلطانی میں حاضر ہوا اور جان کی امان مانگی شاہ نے فرمایا تیری جان
تجھے بخشی تب تو اُسنے آداب بجالاکر ساری کیفیت ابتدا سے اِنتہا تک
ظاہر کرکے کہا وُہ زخم جو اُس عیّار کے چہرے پر لگا ہی چاہئے کہ اُسی باعث
پکڑا جاوے مگر حُکم جہاں پناہ کا صادر ہو وے کہ جہاں کہیں میں اُسے
دیکھنے جاؤں کوئی آڑے نہ آوے آخر شاہ نے کوتوال کو یہی حُکم کیا
کہ جس جگہہ یہہ آدمی اُسکے بھرم پر تلاش کرے کوئی اِسے نہ روکے پھر تو یہہ
چور اُسکے توڑہ میں شب و روز شہر کی گلی گلی پھرنے لگا کہ سارا شہر ڈھونڈ
مارا اور ہر کوچہ و بازار چھان ڈالا جسے جرّاح سُنتا اُسکے پیچھے ہو لیتا
اور زخمی کو اپنے نظر سے دیکھ آتا اِسیطرح کھوج پر ایک جرّاح کے پیچھے اُسی

فاحشہ کے گھر میں آیا دیکھا کہ حریف سوزنی بچھائے لنبے پیر کئے تکیہ لگائے بیٹھا
ہی اور شراب کا دور چل رہا ہی اور وہ زخم تھوڑا تھوڑا اچھا ہوتا چلا
بمجرد اُسکے دو چار ہوتے ہی اِسنے جھک کے کہا کہ ہمارا مجرا لیجئے شاباش
تیری ماں تجھ ہی کو جنی میں نے بھی تیرے آگے کان پکڑا تجھ سا رکاعیار و
طرار اِس دور دوار میں آج تک کسی نے دیکھا نہ سنا ہوگا فی الواقع کچھ
بناوٹ سے نہیں کہتا کہ شیوۂ دزدی کا اِس جہان میں تجھ پر ختم
ہو چکا سچ ہی جوہر کی قدر جوہری ہو سو جانے اب اُٹھ شتابی چل
تیرا انتظار بادشاہ کر رہا ہی اُس جوان نے دیکھا کہ سوائے راستی کے ابتو
پیش رفت نہیں بولا اِس تمھارے چھوتے میں بڑوں کی آنکھیں دیکھنے کا
فیض ہی پر خاک چاٹ کر کہتا ہوں کہ یہہ بندہ آپکو کہاں پہنچ سکے
یہہ دھتھائی کب لگا کھاوے جو کاخ فلک پر سیڑھی لگا کر اپنا مطلب پا تھہ

کرے اِسمیں کچھہ مین میکھہ نہیں کہ تم ہمارے بھی کان کترتے ہو بلکہ مین خود
اِس آپکے زرہ بکتر کو کسوٹی فہم پر کسا تو کھرا پایا اور داد دی اِسی واسطے مجھے
خیال تھا کہ جب یہہ زخم بھر کر چنگا ہو جاوے تو تمھاری خدمت مین پہنچکر
نعلین برداری کیا کرے اور اُس ماہی کو بھی آپکے اتفاق سے بارگاہ سلطانی
مین لیچلیے پر زمانے نے اتنی فرصت نہ دی جو آپہی ملک الموت بن کر
آئے خیر چوریکا انجام سبکو سوا ماتھہ رسّی موجود نہیں القصّہ وہ ماہی
بادشاہ کے حضور لایا اور پھانسی پایا ظاہر ہی اگر وہ جوان طرار آفت انتقام
و بلای مکافات سے بدر نہ ہوتا تو اپنے تئیں ایسے مکان بیسوا کے مین
جہان آو جاو گھر تمھارا ہی کبھی نہ رکھتا بلکہ ایسا روپوش رہتا کہ دشمن کی
کیا مجال جو اُسے دیکھنے پاتا

دوست دشمن کے جو کوئی وزن کو جانچا ہوگا

دوربیں عقل کے کانتے سے وہ سانچا ہوگا

وہ بدی کر کے مکافات سے غافل نہ رہا

سیرِ عشرت کے جو اوراق کو بانچا ہوگا

حکایت ایک وزیر بادشاہِ عجم کا اتنا قرب اور صدر پروانگی رکھتا تھا کہ بادشاہ کسی حالت میں ہوتا چلا آتا ایکدن محلِ بادشاہی میں آیا تو کیا دیکھتا ہی کہ ایک ترکی غلام شاہ کے سر پر کھڑا چوٹری کر رہا ہی اور مکھی ہانکتا ہی وہیں سے اُلٹے پانو پھرا تب بادشاہ نے بلایا اور پوچھا کیوں پلٹ چلا بولا جو کوئی اپنے دشمن کا بھروسا کرے میں اُسکی چاکری نہیں کرتا بادشاہ نے کہا تو نے کس دشمن پر اعتماد کرتے مجھے دیکھا بولا آپکو معلوم ہی کہ ایران اور توران میں عداوت قدیم ہی ایسی دیگ دشمنی کی بھری ہوئی جو کسی آبِ الطاف سے بجھ نہیں سکتی

ترکیوں اور ایرانیوں میں خصومت جبلّی اور مخالفت اصلی ہی اور خود
بدولت اس غلام ترکی کو ہر وقت اپنے نزدیک رکھتے ہیں اور یہہ حقیقت
میں دشمن ہی اگرچہ لاچاری سے اطاعت کیا تو کیا یہہ سب دوستی
اور اُلفت دکھلاوے کی سمجھئے وَالّا نہ پانی کتنا بھی گرم ہو کہ جلا دینے میں
آتش کی برابری کرے تسپر وہ آگ پر پڑے تو اپنا خاصہ نہ چھوڑے
اُسے بجھا ڈالے چنانچہ یہہ غلام اگرچہ ظاہر میں خدمت بجالاتا ہی لیکن
اُس سے غفلت کرنا دانائی نہیں مبادا کبھی دغا کرے بادشاہ نے کہا
بات معقول ہی لیکن جو اُسکی بہن میرے گھر میں ہی اور میں بھی
دل و جان سے اُسپر فدا ہوں اِس سبب اسکی خاطر تو ڑ نہیں سکتا
وزیر نے کہا ایسا ہی تو آپکی طرف دو خطا عاید ہوتی ہیں ایک تو
اِس غلام کو خدمت میں رکھنا دوسرا ہوا و ہوس کے سبب عاقبت

اندیشی سے غافل رہنا بادشاہ نے یہہ بات پسند کی اور اُس غلام کو خدمت
سے آزاد کیا تب وزیر نے اور بھی پند دیں کہ دوست کو اتنی قدرت نہ دے
کہ اگر وہ مقابلہ کر بیٹھے تو تو عہدے برا نہ ہو سکے اور غیر مذہب کو مدار المہام
نہ بنایا چاہیئے کیونکہ ایک دن بسبب اختلافِ مذہب مخالفت
کرے اور سلطنت میں فتنہ اُٹھاوے اور زیادتی نشہ پینے سے انتظامِ ملک
نہیں ہو سکتا اور ہمیشہ شکار کھیلنا خطرِ جان ہی اور ہر وقت
عورتوں سے ملنا دل ضعیف ہو جاتا ہی اور بہت خون کرنے سے
سب آدمی بادشاہ کے دشمن بن جاتے ہیں لیکن کسی پر جو ذرہ بھی
خلاف گمان آوے تو اُسکے قتل کرنے میں ایک لمحہ بھی دیر نہ لگا
نہیں تو مملکت میں خلل عظیم پڑے جیسا کہ ایک بادشاہ نہایت تُند خو
تھا کسی کی خطا ہرگز معاف نہ کرتا خوب ہی سیاست دیتا آخر سپہ سالار نے

منصوبہ

منصوبہ کر اُسے پکڑ قید کر ڈالا ایکدن اِسنے زندان کے داروغے سے پوچھا کچھ
معلوم ہی کس کس نے اِس کام کا بانی ہوکر بادشاہت سے مجھے تغیر کیا
اُسنے پانچ شخص کا نام بتایا اور کہا ہرچند یہہ کام تو اُنھوں سے ہوا لیکن
تیزی شامتِ اعمال خونریزی نے تجھے اِس حالت کو پہنچایا بولا یہہ
سربسر غلط ہی جو کچھ ہوا سو میرے نادانی سے کیونکہ میں نے جان
بوجھکر اُن شخصوں کو نہ مار ڈالا تو یہہ کچھ حادثہ اُٹھایا پھر وزیر بولا کہ
کوئی کام کسی پر نہ ڈالئے سب کچھ اپنی نظر سے کیا چاہئے جیسا کہ ایکمرتبے
جنگ میں جانیکو زرہ پہنی اور اُسکی لڑکی نے زرہ کی کڑیاں جو ڑدیں
مگر ایک کڑی گریبان کے پاس کی لڑکی کے نظر نہ پڑی تو یونہی کھلی رہی
قضا کارزانی میں تیر دشمن کا اُسی جگہہ آلگا اور یہہ ہلاک ہوا اور لازم ہی
کہ بادشاہ انبوہِ خلایق سے اندیشہ کرے جیسا کہ میر اسماعیل کے عہد میں

ایک شخص صاحب ثروت اور مالدار کہ جسکے مواشی اور نوکر چاکر کی کچھہ شمار
نہ تھی بر سر راہ بیٹھہ کر مسافروں اور شہر کے باشندوں کی ضیافت اور
مہمانداری کیا کرتا یہاں تک کہ ساری خلقت اُسکی تعریف کرنے لگی اور
اُسکا ذکر خیر جہان میں مشہور ہُوا اور یہہ خبر امیر نے بھی سُنی تب
اُس شخص کو رقعہ بھیجا ہر چند تجھے خیر خیرات کرنی منظور ہی پر راہ پر بیٹھکر
کیا موقع لازم کہ اب کوشہ اختیار کر اور یہہ سودا دینے دلانے کا چھوڑ دے
نہیں تو غضب سلطانی میں پڑیگا آخر وہ شخص وہاں سے اُٹھہ گیا اور سلسلہ
خیرات کا منقطع ہوا ارکان دولت آپسمیں چرچا کرنے لگے کہ امیر باوجود
اس دریا دلی کے اِس چشمۂ فیض کے کیوں آرے آیا آخر ایک خواص نے
خلوت میں امیر سے پوچھا کہ اُس جوانمرد سحاب کرم کو گنج برسانے سے
ہتا نیمں کیا فایدہ بولا اِس داد و دہش کے سبب دل و جان سے آدمی اُسطرف

رجوع کھاتے ہیں اور خوشامد اور شکرگذاری بجالاتے ہیں شاید اس سبب
اُسکا دماغ چڑھ جاوے اور رعیت کے کہنے سُننے اور کان پھوکنے سے سر میں
ہوا بھر جاوے اسی سودے میں نخوت کی سر واہ پیدا کر کے تعظیم و تکریم اپنے
عامل کی خیال میں نہ لاوے تو مجھے بسبب شکوہِ ریاست خواہ مخواہ اُسکو
سیاست دینی پڑے تب ساری خلقت مجھے نام رکھے اور کوئی بھلا نہ کہے
اسی واسطے میں نے یہہ خیر بندکی کہ نہ تو وہ وہاں بیٹھیگا نہ کوئی اُسکے
پاس جاویگا اور فتنہ بھی نہ اُٹھیگا جو اُس بیچارے پر آفت آوے اور میں
وبال میں پڑوں

بخت اقبال بھی اُسکا تو خلل میں سو جاے
فتنہ بیدار ہو اور شاہ محل میں سو جاے
دور اندیشی کے ہاتھوں سے پکڑ دامنِ امن

تا دلارامِ جہاں تیرے بغل میں سو جاے

پاے ہشیاری سے چل منزلِ مقصود تلک

کھو وے سرمایہ جو غفلت کے جنگل میں سو جاے

بادشہ ہو کے ترک جو نہ کرے بن آئے

تخت سے تختۂ تابوت اجل میں سو جاے

مرد دانا کو نہیں چرکھتا ہی دولت کا نشہ

سفلہ تو بادۂ نخوت کے عمل میں سو جاے

پھر بولا بادشاہ کو چاہیئے کہ جب لگ اہلِ کار معقول لایق خدمت کے بہم نہ پہنچے تو پہلے کاروبار کو تغیر نہ کرے جیسا کہ ہارون الرشید اپنے وزیر سے کسی بات پر کشیدہ خاطر اور دق ہوا یہاں تک ان بن آئی کہ اُسکے قید کرنیکے واسطے ایک پنجرا لوہے کا بنوایا اور دس برس تک اُسے اپنے ساتھ

لیکر پھرا بعد دس سال کے اُس وزیر کو پھر کر اُس قفص آہنی میں اسیر کیا تب
ایک خادم نے پوچھا کہ حکم جہانمطاع قبلۂ عالم کا مانند شعاع آفتاب شرق
سے غرب تک ایسا جلوہ گر ہی کہ کوئی تیرہ بخت ذرہ بھی اُس سے
باہر نہیں باوجود اتنی استعداد کے مدت تک اِس توقف کی کیا حاجت
تھی جواب دیا اگرچہ اُس وزیر سے دس برس تک میں دل میں ناخوش رہا
پر اس اندیشے سے اُسے تغیر نہ کیا کہ اب تک اُس منصب کے لایق کوئی
نہ تھا وہ کہاوت ہی ایسر سے بھینٹ نہیں دلدر سے کبوں توڑیے
اب جو ایک کارکن پختہ ماتھہ چڑھا تو ترنت اُسے گرا دیا وزیر بہہ حکمت
کہہ کر بولا لڑائی کے وقت بھی تدبیر ضرور ہی جیسا کہ سعد وقاص نے
جزوی لشکر سے تیں لاکھہ سپاہ عجم کو ہزیمت دی اِس تدبیر سے کہ
مقابلے کے وقت اپنی آدھی جمعیت رات کو لشکر کے مقام سے دو چار کوس پھینچ دیتا

اور دن کو بلایا تو سب لشکر کو معلوم ہوا کہ بیشمار مدد چلی آتی ہی آخر
اُنپر رعب غالب ہُوا اور شکست ہوگئی اور اسیطرح قیس نام ایک سردار کے
پاس فوج نہایت کم تھی اور سپاہ دشمن کے بیشمار تب اُسنے کیا کام کیا
راتکے وقت ہر ایک آدمیکے ہاتھ میں ایک مشعل دیکے مخالف کے لشکر پر شبخون
چل دیا جب غنیم کے سپاہ نے دیکھا کہ چار طرف مشعل روشن ہو رہی ہیں
یہہ ہر ایک سردار ہی اور سپاہ کا تو کیا ٹھکانا ہوگا آخر فوج ہراساں ہوکر
تتر بتر ہوگئی اور دن سے پہلے اسنے فتح پائی وہ مثل ہی لڑائی سے زیادہ
دھاک مارتی ہی اور ہوشمند وہی ہی کہ ہر ایک بات قیافہ اور رمز
کنایہ اور ہونٹھ ہلنے سے پہلے دریافت کرجاوے جیسا کہ ارطیون نام ایک
بادشاہ روم کا نہایت دانا تھا قلعۂ سنگین بناکر اُسمیں رہا کرتا ایک امیر
عرب کا عمرو نام اُسپر چڑھ آیا اور آس پاس حصار کے گھیرا ڈالا مدت تلک لڑائی

ہوتی رہی وکیل بھی طرفین سے آتے جاتے پر کچھہ غرض حاصل نہ ہوتی تب امیر نے
دل میں اندیشہ دور ایا کہ اب کی بار خود ایلچی ہوکر جایا چاہئے تاکہ ماہیت
جواب و سوال اور اندازہ اُس حصار کا کما حقہٗ دریافت ہو آخر بطور ایلچی کے
قلعے میں گیا اور شرط آداب بجالایا ارطیون اُسکے لقلقے سے تاڑ گیا کہ ہو نہ ہو
یہہ امیر ہی ایک قراول کو بُلا کر اُسکے کان میں کہا کہ تو فلانے جگہہ گھات
میں جا بیٹھہ یہہ ایلچی اُس راہ سے آوے تو تو اسے صاف کر ازبسکہ امیر تو
بغایت ہوشمند تھا ہونٹھوں کی حرکت سے اور آنکھوں کی اشارت سے
چیت گیا کہ کچھہ نہ کچھہ دال میں کالا ہی ارطیون سے بولا جو کچھہ اپنے بادشاہ
کے طرف سے میں نے کہا سو تم نے سُنا اور تمھارا کہنا بھی میرے سماعت میں
گذرا لیکن میر نے یہاں کی وکالت دس شخصوں پر مقرر کی ہی مرضی ہو تو
وے تو شخص جو یہاں حاضر نہیں حضور میں بُلا لاؤں اور یہہ منصوبہ اُن سے

ظاہر کیجئے اغلب ہی کہ یہہ راے اُنکے بھی پسند آوے اور صُلح خاطرخواہ ہو
جاوے کیونکہ یہہ سب امیر کی ناک کے بال ہیں اُنکا کہنا سُنا ہرگز عدول
نہیں کرتا ارطیون بھی اس بات کو مانا دوسرے قراول کے کان میں کہا
جا اُس قراول کو جو فلانی جگہہ کھڑا ہی کہہ کہ کچھہ حرکت بیجا متکر ایلچی کو
سلامت جانے دے امیر اس حیلے سے رُخصت ہوکر باہر آیا اور یہہ خبر
سُنکر ارطیون پشیمان ہوا لیکن کچھہ فایدہ نہ تھا امیر نے اُس قلعے کے سب
لگاو معلوم کرلئے تھے تھوڑے دِنوں میں مورچہ لگا دیا دمدمہ باندھہ اُسی
طرف سے ہلّہ کرکے قلعے پر چڑھہ گیا اور فتح ہوئی اور بادشاہ کو ضرور ہی
کہ دُشمن کا اِعتماد کرکے ہرگز طلاق نہ کرے اور ملاپ کرنا تو خبرداری سے
رہنا جیساکہ اشفار نام بادشاہ دیلمان مُلکِ عراق اور شہر ری سے
عمل کرتا ہوا شہر سمنان پر پہنچا مشورت کاروں نے بادشاہ کو صلاح

دی کہ ابوجعفر سمنانی کو کسی حیلے سے پکڑ لیجئے اور وہ در کر ایک قلعے مضبوط
سنگین میں جا بیٹھا اور سامان سرکشی کا کیا بادشاہ کی سرکار سے ایک
سپہ سالار معہ لشکر عبدالملک نام اُس قلعے کے سرکرنیکو مقرر ہوا چنانچہ
ایک مدت فساد رہا اور کتنے مرتبے ہلے پھر گئے اور بہت سے آدمی کام آئے
تب بلاچاری صلح کی ابوجعفر قلعے دار نے دوستی کا رشتہ بڑھانے کو
اتر کر سپہ سالار کی ضیافت کا تھات کیا عبدالملک اس ارادے پر
کہ اپنا مطلب ہاتھ کرے اُس انبوہ میں اُسے کھپا ڈالے کتنے ایک جوان
جری ساتھ لیکر چلا لیکن ابوجعفر نے فقط عبدالملک کو اکیلا قلعے میں آنے
دیا اور سب رفیق باہر بٹھلائے اور مہمانی ایک برج پر جو باہر کی خندق
سے لگا ہوا اور متصل شاہراہ کے تھا بڑے نظارے پر کی گئی دونو وہاں
بیٹھکر دیر تک باتیں اشتیاق کی بناتے رہے پھر عبدالملک نے ابوجعفر سے

کہا کہ خلوت ہو تو کچھ اسرار جو دل میں خلش کر رہے ہیں زبان پر لاؤں
اور بے وسیلۂ قاصد و پیغام راز و نیاز کہا جاوے تب ابو جعفر نے سب غلام
اور مصاحب سیڑھی سے نیچے اتار دئے مگر ایک چھوکرا ہاتھ باندھے سامنے
کھڑا رہا اسمیں عبد الملک نے قابو پاکر ابو جعفر کو چھری سے ہلاک کیا اور وہ
چھوکرا تو مارے ڈر کے اوسان خطا ہو کر غش کھا گیا اور عبد الملک ایک
ڈوری ریشمی پنڈلی سے لپیٹ موزے تلے چھپا لایا تھا کھڑکی میں اٹکا
اُسے پکڑ قلعے کی دیوار سے نیچے اترا اور کھائی کے پانی سے تر کر پار ہو لشکر
میں پہنچا ظاہر ہی ابو جعفر اپنے مدعی سے جو خلوت نہ کرتا تو اسطرح
ہلدی لگی نہ پھٹکری مارا بھی نہ جاتا اور جو عبد الملک دور اندیشی سے وہ
رسّی اپنے ساتھ نہ لے آتا تو اُس حصار سے صحیح سلامت آپ بھی نکل نہ سکتا

ہوشمندوں کو ہر ایکدم نظرِ حرم ضرور

44111

عیب بھی کرنے کو ہنر حزم ضرور

کچھ مضایقہ ہی نہیں سب سے تو لڑنا بھڑنا

تیرِ آفت کو ولیکن سپرِ حزم ضرور

مت ہو غافل جو تیرے پاس ہو ہر دھات کا کوٹ

آسپاس اُسکے تو خندق خبرِ حزم ضرور

گرچہ میدانِ شجاعت میں تو ہی شیرِ زیاں

روبہ بازیِ جہاں سے حذرِ حزم ضرور

الفتن ہی اسی دور میں ایک دور اندیش

فرقِ عالی پہ رکھے تاجِ سرِ حزم ضرور

تیسرا باب بادشاہوں کی سیرت کا

حکایت ایک بادشاہ نے وزیر سے پوچھا اگلے بادشاہ

کیا سیرت رکھتے تھے بولا جمشید کے عہد میں تو جوہر ذاتی پر انسان قدر
پاتا اور بوڑھے بڑے کی سب کوئی ادب اور بڑائی رکھتا اسیطرح ہر ایک بادشاہ
اپنے اپنے عصر میں کوئی تونگری پر زیادہ اعتبار کرتا اور کوئی قدامت خدمت
پر وفادار جانتا بعضے حسب ونسب کو سب سے بہتر سمجھتے اور بعضے عقلمند یکو
سب چیز پر ترجیح دیتے اور کسی نے دلیر اور بہادر کو دوست رکھا اور
کسی نے اہل دیانت اور دیندار کو نزدیک کیا غرض اسی صورت سے ہر
بادشاہ کا رویہ تھا مگر نوشیروان بے ہنر کو کبھی قرب نہ دیتا ہر چند دولتمند
بھی ہوتا پر کچھ مال نہ سمجھتا

گدھا جھول اطلس کی پہنا تو کیا

اور رعیت سے بادشاہ پیشین اسقدر راہ ورسم رکھتے جیسی برادری
اور قرابت سے اور فریدون کو رعیت سے ایسی چال رکھتی جیسے ماں

بھائی ملے ہلے رہیں سہیں مگر گشت پشاہ رعیت کے ساتھ ایک رعب سے
پیش آتا جیسا کہ استاد شاگرد سے اور انکا عمل ان آٹھ خصلتوں پر تھا
پہلا یہہ کہ اپنی لڑکیاں غیر کفو میں بیاہ نہ دیتے اور دوسروں کی بیٹیاں
اپنے یہاں شادی کرلاتے دوسرا یہہ کہ ہرگز کسیکو کھانا کھلاتے اور آپ ہرگز
کسیکے گھر کا طعام نہ کھاتے تیسرا یہہ کہ کسیکے ساتھ نیکی کرنا چاہتے تو مشورت
نہ کرتے چوتھا یہہ کہ کسیکے حقمیں نیکی کرتے تو پھکانے سے نہ پھرتے پانچواں
یہہ کہ کسیکو اپنا خاص بناتے تو پس غیبت بھی اسکا ذکر نیکی سے کرتے چھٹا
یہہ کہ شراب اتنی زیادہ نہ پیتے کہ جس سے مست ہوجاتے ساتواں یہہ
کہ غصے کے وقت کسی گنہ گار پر سیاست نہ فرماتے آٹھواں یہہ کہ ہمیشہ
صحبت نیک میں بیٹھتے اور صحبت بد سے پرہیز رکھتے پس جس بادشاہ
میں یہہ خصلت ہوں اسے کسی دانا کی احتیاج نہیں اور اسی سبب کئی

ہزار سال سلطنت ملک عجم کی پیڑھی بہ پیڑھی اُنکے خاندان میں یکساں
چلی آئی راجا پر جا نہال رہے زوال کا جھوکا کچھہ نہ لگا باوجود اسکے کہ
اُنکا مذہب آتش پرست تھا اور پیغمبر سے حدیث ہی کہ بادشاہت
کُفر سے نہیں جاتی اور ظُلم سے رہ نہیں سکتی

ظلم بدتر ہی کفر سے تحقیق
کھیت شمشیر کا نہ ہو سرسبز

ایکدن کیقباد کی مجلس میں ذکر چلا کہ ہر ایک انسان کا دل عیش و عشرت
اور لباس اور شہوت کی طرف زیادہ رغبت رکھتا ہی بولا بادشاہوں
کو ایسے کاموں سے احتراز کرنا بہتر ہی مگر وہ کام کہ انتظام ملک کا اُن سے
علاقہ رکھے اہتمام کے واسطے کرنا ضرور پر اجیسا کہ لشکر اور شکوہ و اسباب
تجمل قلعہ بلند اور محل سراپردہ ستھرے اور کرو فر یہہ سب کچھہ شوکت و حشمت

اِس نیّت نیک سے رکھے کہ اِنکے باعث سب کوئی اِنکی متابعت کریں
اور فرمانبرداری کما ینبغی بجا لاویں تو مُباح ہی چنانچہ ایک بادشاہ نے
کِسی دانا سے پوچھا بادشاہت کے بندوبست کی خاطر کونسا رنگ اختیار
کیجئے بولا سُرخروئی بندوبست مُلک کی سیاست سے ہی اور عقل
کی تجویز کیونکہ ہوشمند کو بیشتر عقل زُبان اور آنکھوں میں ہوتی
ہی چاہیئے کہ زُبان کو نگاہ رکھے اور قیافے سے دیکھکر دریافت کرے
اور لباس کِسی رنگ کا ہو تو کیا اگرچہ زرد رنگ واسطے لڑکوں کے اور سُفید
لباس آزادوں کا اور سبز رنگ جامۂ رحمت اور سیاہ لباس موجب
ہیبت ہی پرویسا لباس پہنا چاہیئے جیسا کہ اردشیر بادشاہ نے
اپنے فرزند کو وصیت کی کہ کپڑا پہن جگ بھاتا اور ایسا کہ کسی تونگر کے
جامدانی میں نہ نکلے بیٹے نے پوچھا وہ کیسی پوشاک ہی اور کس چیز سے

بنی جاتی ہی بولا اُسکا تا نا تو بردباری ہی اور بانا نیکوکاری پس
انھیں دو کلمے ہیں نظرِ تامل سے غور فرمائیے تو سبھی ابوابِ سیاست
اور ریاست تعبیہ کیئے گئے ہیں جیساکہ بادشاہ رضی جب تخت پر بیٹھا
ازبسکہ دوراندیش و عادل تھا بندوبست مُلک کا کرنے لگا اور جو مُفسد
سر اُٹھا رہے تھے چاہا کہ اُنکو تدارک دے لیکن کسیکو اِس لایق نہ دیکھا
جو مشورہ کرے کیونکہ سب ارکانِ دولت سفر پر تھے اور جتنے کہ اِسکے
پاس رہے تھے سب نااہل و نابکا اُنکا وزن اُسکی نگاہِ بلند کی ترازو
میں ایک تل سے بھی ہلکا معلوم ہوتا تب ابوالقاسم نام ایک مرد
دانا و دیانت دار اُسکے باپ کے مُصاحبوں میں سے تھا اُسے بلا
بھیجا اور کہا تمنے ہمارے بزرگوں کی آنکھیں دیکھیں ہیں اور ہمیشہ
اُنکے نزدیک مُعتمد رہے ہو اور مجھے بھی تمھاری غور پر دخت منظور ہی

اور

اور تمھاری راے پر مجھے نہایت اعتبار ہی کچھ تدبیر بتلاو کہ اس
تعمیر ریاست کی اُسی پر بنیاد رکھوں ابوالقاسم بولا کہ ایکوقت حضرت
والد مرحوم نے اِس عاصی کو بطور ایلچی گری کے ایلکخان کے پاس بھیجا تھا
ایک مدت تک وہاں رہنے کا اتفاق ہوا وہ بادشاہ دیرینہ اور
تجربہ کار تھا ہمیشہ اہلِ علم اور داناؤں کی مجلس گرم رکھتا اور ہر
طرح کی پند و نصایح سنا کرتا ایکدن کہنے لگا کہ یہہ ملک ایک باغ
ہی اور بادشاہ اسکا باغبان پس مالی کو چاہیئے کہ تین قسم کے جھاڑ
لگاوے تو ہمیشہ اپنے باغ سے پھل پاوے ایک تو درخت کہ جسکا میوہ
ترنت منہہ میں پڑے اور جو وہ خشک ہو جاوے تو اُسکی لکڑیاں
کام آویں دوسرا نہالِ نوخیز جو عنقریب پھل لانے والے ہوں بر تقدیر
درخت سوکھ جاویں تو اُنکے سبب بہار اور آبادانی باغ کی کم نہو تیسرا

پودکہ جسکے باعث باغبان کا دل قوی رہتا ہی اسی اُمید پر کہ بہہ بھی
کوئی دن میں برھکر جھاڑ ہوجائینگے غرض اس دستور سے باغ منفعت سے
کبھی خالی نہیں ہوتا اور ہمیشہ تروتازہ اور سبز پھولا رہتا ہی جہاں
پناہ بادشاہ سے جب میں نے یہہ بات سُنی نیت دل کو بھائی
اور وہاں سے آکر اپنے خداوند نعمت کے روبرو یہہ نقل تقریر کی تو اُنھوں نے
بھی پسند کی یہہ بات سُنکر شاہ رضی نے اسی نصیحت کے موافق عمل
کرنا شروع کیا اور داناؤں کو چُنکر خدمات پر سرافراز کیا یہاں تک کہ
کسی ہوشمند واہل علم کو بیکار رہنے نہ دیا اسواسطے کہ اور لوگ
علم پڑھیں اور ہنر سیکھیں چنانچہ اینکدن دربار کئے بیٹھا تھا
پہر دیر تھے پہر دن چڑھنے کے بعد سارے درباری رخصت ہوے مگر بادشاہ
رخسار ہتھیلی سے ٹیکے تصویر ساحیران جوں کاتوں فکرمند چپکا بیٹھا

رہا یہاں تک کہ تیسرا پہر آگیا یہہ حالت دیکھکر سب کی سب خواصیں
گھبرائیں لیکن کسی کو اتنی مجال نہ تھی جو اسکا سبب پوچھے آخر ایک
خواص تخت کے پاس جاکر کھڑی رہی جو نہیں شاہ نے اُسے کن انکھوں
دیکھا وو نہیں خاک پر بوسہ دیکر بولی جہاں پناہ کے ملال خاطر سے
سب بندہ ہاے بادشاہی جیتے جی مرگئے ہیں لیکن معلوم تو ہو کہ
اس آئینۂ باطن کو کس طرف سے غبار پہنچا فرمایا اِس سے زیادہ فکر
اور کیا ہوگا کہ وزیر میرا بوڑھا ہوا اور عمر طبعی کو پہنچ گیا آخر زردآفتاب
قریب ہی کہ چھپ جاوے اور ملک میں اندھیرا پڑجاوے اور اپنے
دربار میں اِس منصب کے لایق کسیکو نہیں دیکھتا لاچار یہہ خدمت
خواہ مخواہ کسی ناکردہ کار نابزی کے حوالے کرنی پڑیگی خواص نے کہا ای
بادشاہ عالی ہمت جو خاکنشین منظور نظر ہوگا تو اوج دانائی میں سب سے

سربلند ہوجاویگا بادشاہ نے کہا یہہ سچ ہی لیکن اُسے تربیت کرنا لگیگا
جب کبھی کامل ہوتو ہو جسطرح سے کہ تلوار اگرچہ لوہا ہی پر بڑی آنچ کھا کر
تیار ہوتی ہی تو دشمن بھی اُسکی آنچ نہیں اُٹھا سکتا یاقوت ہر چند
پتھر ہی پر بہت مرتبے آفتاب کی نظر اُسپر پڑے تو یہہ کچھ خاصیت
اُسمیں پیدا ہوئی اور ہر ایک دل کا عزیز بن گیا گو کہ صاحب تاثیر ہی
پر ایک ہی نگاہ میں سنگ سے لعل نہیں بنا سکتا

آج کا بویا ہوا لاتا نہیں ہی ترت بار
خام کو بھی پخت ہونا ایک مدت چاہئے

حکایت ایکدن سلطان محمود جمعہ کی نماز پڑھنے چلا
ایک غلام ترکی صاحب جمال سرو قد گل اندام رستے پر کھڑا دیکھا ادب سے
زمیں چومی گھوڑے کی باگ رکھکر پوچھی تو کون ہی اور کیا چاہتا ہی بولا

میں غلام ہوں فلانا شخص ترکستان سے مجھے دم دیکر لے آیا اور راہ میں
ہمیشہ کہتا کہ سلطان کے واسطے تجھے لئے جاتا ہوں تاکہ تو بھی سایۂ عنایت
میں چرن برداری کرکے خوش گذران رہیگا اور میں بھی اسی امید پر
سعادت دوجہان کی سمجھ اُس رنج سفر کو اپنے اوپر راحت جان کر قلم کے
مانند سر کے بل چلا آیا جب اِس شہر میں پہنچا تو حضور کے دبیر نے اُس
شخص کو ہزار دینار دیکر اس بندیکو خرید کیا اور اپنے یہاں چھپا رکھا
مجھے اسوقت کچھ ایک فرصت ملی تو نکل آیا اور اپنی خوش نصیبی سے
جو ارمان دلی تھا وہ بھی گذارش کیا نظرِ الطاف سے اب بڑی توقع ہی
کہ دامنِ دولت ہاتھ لگے تو بیڑا پار ہو جاوے یہہ سُنتیہی سُلطان کا چہرہ
مارے غضب کے تمتما گیا اور آثار خفگی کے ظاہر ہوئے۔ نوکروں سے فرمایا اسکو
خوب مارو بلکہ سُلطان نے بھی اپنے ہاتھ سے کئی کوڑے اُسکی پیٹھ پر لگائے

کہ اُدھر اُدھر گئی یہاں تک پتوایا جو مارے مار کے گرپڑا پھر مشکیں کسوا کر دبیر کے
پاس بھجوادیا اور کہلا بھیجا کہ تو بھی عجب نادان ہی جو ہزار دینار دیکر غلام
خرید سکتا ہی پر اتنا نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی کا درماہہ پانچ دینار
باندھکر اُسکی نگہبانی خاطر رکھے تو بغیر حکم یہہ نکلنے نہ پاوے غرض سلطان
خطبے سے فارغ ہوکر محل کو آیا اور عصر کے وقت جب دربار کیا تو ایک
مصاحب نے کہا آج تو اُس غلام کو خوب نصیحت دی فرمایا جو ہزار دینار
دبیر کے ضایع نہوتے تو اُسے مار ہی ڈالتا کیوں کہ ایک پاجی نکمے کے کہنے سے
اہلکار قدیم کو ناخوش نہ کیا چاہئے بر تقدیر جو ذرہ بھی اُسکی تنبیہ سے درگذر
ہوتی تو سب ہی غلام اپنے خاوندوں سے ناخوش ہوکر میرے پاس چلے
آتے کوئی غلام کسی کے پاس نہ رہتا اِس سبب سب ارکانِ دولت
بھی مجھہ سے راضی نہ رہتے فی الحقیقت میں سب خدمتگار اُنھوں کے خدمتگار

سرکار کے ہیں اور اُنھیں کے سبب بادشاہ کو وقار ہی

جو ہو پانچوں اُنگلیوں میں اتّفاق
تب تلک مُتّھی بندھی ہی لاکھ کی

حکایت ایک اعرابی سے روایت ہی کہ ایکبار رات کے وقت بادشاہ عبدُالعزیز کی مجلس میں میں حاضر تھا باتیں کرتے کرتے پوچھا کہ ریاست کی اصل کیا ہی فرمایا جو چیز کہ تجھے خود ناپسند آوے دوسرے کے واسطے روا نہ رکھے اور ہرگز کسیکو بے سبب نہ ستاوے کیوں کہ سب بنی آدم ایک جسم ہیں اِسکے ایک اعضا کو بھی اذیت پہنچے تو سارے بدن کو کل نپڑے اور چغل خور غیبت گو کو اِتنا قُرب نہ دے جو اوروں کی بدی تیرے روبرو کرے ایک نہ ایکدن تیری بھی بدی دوسروں کے آگے کریگا اور سب کے ساتھ ہنس مُکھ اور

کشادہ ابرو پیش آ تکبر کو کام نفرما اور کسی سے کبھی خلاف وعدہ مت کر
کہ وعدہ خلافی کی برابر کوئی شی ریاست کے مقدمے میں زبوں نہیں
یہہ باتیں ہو رہیں تھیں جو چراغ کا تیل ہو چکا اور روشنی مدھم ہوتی
چلی تب میں نے کہا اگر حکم ہو تو غلام کو جگا دوں فرمایا کچھ ضرور نہیں
پہلی نیند انکی کروی مت کر پھر آپہی اٹھکر دیوار روشن کیا

حکایت جب مہلب نام ایک بادشاہ نے ابی صفر
شاہ کو شکست دی بہت سی لوٹ پاٹ ہاتھ لگی یہاں تک کہ
لشکر چھک گیا تب ایک شخص کو ایلچی کر کے شاہ حجاج کے پاس جو اسکے
قرب جوار میں تھا روانہ کیا اور یہہ نصیحت کردی کہ خبردار زبان کو
نگاہ رکھنا اور ہرگز بیہودہ نہ بکنا جو کہنا سو ایسا معقول کہنا کہ سانپ
مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے اپنی بھی سبکی نہ ہو اور طرف ثانی کی بھی خاطر

ملال

ملال نہ آوے کیونکہ تیر کے بھی گھاو سے زبان کا زخم کاری ہی جو کبھی
مرہم سے درست نہیں ہو سکتا آخر وہ شخص نزدیک حجاج کے گیا
پہلے تو اُسنے اِسکا نام پوچھا پھر کہا مہلب شاہ کو تو نے کس حالت میں
چھوڑا بولا دوستوں کے ساتھ خوش و خرم رنگ رلیاں منا رہا ہی
اور دشمنوں کو گھوڑوں کے سُم تلے کھندل کر پامال کروا لا اور اُسکی
دولت و تمکنت و سامان جنگی و کارخانجات کا کیا تھکانا جو حضور
میں گذارش پاوے پھر پوچھا سپاہ پر نوازش کس قدر دستور ہی
جواب دیا جیسی مادرِ مہربان اپنے ایک لوتے پوت کو مایا سے گودی
میں پالتی ہی پوچھا سپاہ و رعیت اُسکا حکم کس بھانت مانتے ہیں
کہا جیسے فرزند نیک اور غلام زرخرید اپنے باپ اور آقا کی فرمانبرداری
بجا لاتے ہیں پھر پوچھا لشکر کا کیا طور ہی جواب دیا نعمتیں کھاتے ہیں

اور ہتھیار اور کپڑے سے مُرفّہ اور آسودہ برے چیں سے گذران کرتے
ہیں پھر پوچھا مجلس اور لڑائی میں تمھارے بادشاہ کے سپاہ کی
کیا راہ ورسم ہی اسنے عرض کی جب صفِ جنگ پر چڑھتے ہیں تو
نقد جان عزیز کو ہتھیلی پر دھرے دینے سے دریغ نہیں کرتے اور
بزم میں اپنی داد و دہش کے روبرو گنج قارون کو ایک پاسنگ نہیں
سمجھتے پھر پوچھا ابی صفر کی لڑائی میں تمھارے بادشاہ سے کیسی ٹھنی
بولا دونو طرف سے ہرچند جانبازی تھی اور خوب ہتھیا چلا
پر ہمارے ہاتھ بازی رہی اور دشمن کو شکست ہوی تو ہمنے اُسکا
پیچھا نہ کیا پھر پوچھا فرزند اُسکے کچھ ہنرمند ہیں اِسنے کہا کیسے کچھ بلکہ حد سے
زیادہ کہ کوئی اُنکی دانائی اور تمیز کا انتہا پا نہیں سکتا حجاج نے یہہ
سب باتیں سُنکر کہا اِس شخص نے واقعی ایسی خوش تقریری کہ اسوقت

مہلب شاہ کا رعب اور قدر و منزلت میرے نظر میں سما گئی پس جس
بادشاہ میں ایسی سیرت ہو ہمیشہ خوشوقت و فتحیاب رہے
اور فایدہ اِس حکایت سے یہہ ہی کہ وکیل دانا بھیجنا چاہیئے کیونکہ ایلچی
کی زبان بادشاہ کی زبان ہی اور اُسیکے ادب و ہنر سے دلالت اور
لیاقت بادشاہ کی دریافت ہو جاتی ہی

کہہ گئے ہیں ایلچی کو کیا زوال
لیک تاہم چاہیئے اُسمیں مقال

حکایت ایکروز شاہ منصور دربار میں بیٹھا ہوا علم
کی تکرار کر رہا تھا اتنے میں ایک شاعر آیا اور قصیدہ طبع زاد پڑھا
سب ارکانِ دولت نے پسند کیا بموجب حکم شاہ کے اُس قصیدے کی نقل
نویسی کر لی شاعر دربار سے باہر نکل کر مقربوں سے کہنے لگا مجھے خیال

ہی کہ میرے ساتھہ بادشاہ برا ہی سلوک کریگا مالا مال اور نہال کردیگا
بولے شاہ تو ایسا فضول نہیں سب ہی خرچ مقدار پر رکھتے ہیں ایک جتہ
زیادہ کسیکو نہیں ملتا شاعر نے کہا جو ایسی جرسی ہی تو مجھے کچھہ سیاست
کریگا بولے ایسا بھی سخت نہیں جو ناحق کسیکا سر پھوڑے شاعر نے کہا
جو بادشاہ میں یہہ دونو وجہ نہیں تو دیوانہ ہی وونہیں یہہ بات
آدمیوں نے بادشاہ کے گوش گذار کی شاہ نے اسے حضور طلب کرکے
فرمایا تو نے مجھہ میں کیا دیوانپن دیکھا جو بادلا ٹھہرایا جواب دیا عقلمند
وہ ہی جو اپنی نظر نگاہ میں رکھے جسطرف نظر ڈالے اپنا اثر پیدا کرے
تو نے باوجود اس جاہ وحشمت کے اور دبدبۂ سلطنت کے مجھہ سے غریب
ضعیف پر نظر کی اور میں ویسا کا ویسا ہی رہا کچھہ اثر ظاہر نہ ہوا
اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ مگر دیوانہ تو نہیں شاہ نے یہہ بات

پسند کی اور کئی ہزار روپیہ اُسے مرحمت فرمائے پھر ہمیشہ اپنی نظر
نگاہ میں رکھتا بیفایدہ کسیکے طرف نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھتا جیسا کہ امیر
عبدُاللہ طاہر جب مسندِ امارت پر بیٹھا اور مُلک ساتھہ عدل و انصاف کے
قبضے میں لایا ایکروز اُسکے دربار میں ہر طرف کا مذکور ہو رہا تھا
جو ایک شخص نے کہا عادت بادشاہانِ پیشین کی تھی کہ نوروز کے
دن بارِ عام دیا کرتے اَدنیٰ اَعلیٰ فقیر مُحتاج غریب غُربا یتیم مظلوم
کسی سے کچھہ حجاب نہ رکھتے اور آٹھہ دن پہلے مُنادی کروا دیتے کہ
بعد ہفتے کے فُلانے دن بارِ عام ہوگا جب بارعام بھر جاتا تو پہلے بادشاہ
سب خاص و عام سے فرماتا میرے طرف سے جو کسیکے حق میں تعدی
ہوئی ہو تو اپنا دعویٰ درپیش لاوے البتہ دادپاوینگا بر تقدیر کوئی
دعویدار ہوتا تو بادشاہ تخت سے نیچے اُتر پڑتا ایک ادنیٰ کے موافق

جواب و سوال راستی سے کرتا اسی طور پھر ہر ایک ظالم و مظلوم کا احوال
من و عن دریافت کر کے از روے انصاف سزا فرماتا امیر نے یہہ بات
نہایت پسند کی اور اپنا بھی دستور العمل یہی ٹھہرایا چنانچہ ایکروز بار عام
کیا اور ہر ایک اقسام و اصناف سے آدمی وہاں حاضر تھے اسمیں
ایک شخص نے آداب بجالا کر عرض کی خداوندا میرا حق ہی پرورش کی
راہ سے جو وہ حق رعایت کریں تو عین عنایت ہوگی اور اس خاکسار کا
سر افتخار اوج دولت کو پہنچکر فلک الافلاک سے بھی بلند ہو جاوے
فرمایا وہ کونسا حق ہی جو میں ادا کروں عرض کی اُن دنوں میں
کہ سواری جہاں پناہ ملک سپاہ کی بغداد کی سمت متوجہ ہوئی تھی
جب نشان عالیشان اس بندیکے گھر آگے سے ہو چلے تو میں نے فوراً
رستے پر چھڑکاو کیا تاکہ رہگذر سے گرد اڑکر قباے مبارک کے دامن تک نہ پہنچے

اور

اور ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا جو آپ گھوڑے پر سوار ہوتے تھے
تو میں نے حضور کی رکاب دبائی اور ہاتھ پکڑ کر گھوڑے پر سوار کروایا
امیر نے کہا یہہ رات ہی مجھے بھی یاد آیا بھلا اب تجھے کیا درکار ہی بولا
اگر فلانے شہر کی خدمت اِس بندے کے نام سند کی جاوے تو اُسکے حاصل
سے دو ہزار روپئے میں اپنی خوش گذران کرے اور دعاے دولت میں
مشغول رہے امیر نے کہا فقط دو ہزار روپئے بغیر از حکومت سرکار سے
تجھے دلوائے جاویں تو بس نہیں بولا حکومت کی مزے کو دولت
کہاں پہنچتی ہی آخر عملداری اُسی شہر کی بموجب اُسکے درخواست کے
اُس تھوڑی سی خدمت کے بدلے اُسے عنایت ہوئی

بادشہ جبر صفت نیک نظر کرتے ہیں
گرچہ ذرہ ہووے اُسمیں بھی اثر کرتے ہیں

بے شبہ انمیں ہی خاصیت اکسیر کی
درمِ قلب کو ایک آن میں زر کرتے ہیں

حکایت شیخ ابو سہیل کہتا ہی جب زیاد ملک
خراسان پر مسلط ہوا مجھے بلا کر کہنے لگا ریاست کے کام میں کچھ ایسا
ڈھب بتلا کہ جس سے بندوبست رہے اور عاقبت بھی بخیر ہو
میں نے کہا رعیت پر رعایت رکھ اور طریق راستی سے نہ پھر اور کجروی سے
باز رہ یہی موجب نجات ہی آخر اُسنے اپنا دستور یہی مقرر کیا
کہ سب سے احسان و مروت کرتا اُس نواحی میں ایک شہر مدت سے
کھنڈر پڑا تھا کہیں کہیں کچھ گر چھیدے چھیدے بستے تھے اِس سبب اُسکا
خراج بھی کم تھا اِس بادشاہ کی نیک نیتی اور انصاف کے اوصاف سے
خوب ہی آباد ہو گیا مگر شہر کے باشندے اندیشہ کرتے کہ کہیں ایسا نہ ہو

جو بادشاہ پھرتے پھرتے ایدھر آنکلے انبوہِ خلقت اور آبادانی ولایت کی دیکھکر
خراج مضاعف کرے اتفاقاً ایکروز سواری اُسی شہر پر آہی گئی شاہ وہ
آبادی ملاحظہ کرکے بغایت مسرور ہوا زمینداروں کی پیٹھ تھپکی کہ شاباش
میں تم سے راضی ہوں اور ہزار درم خراج قدیم واصل مال کے دفتر سے
منہا کردئے اور منادی پھروائی کہ جو کوئی مُلک کی آبادی اور رعیت کے
بسانے میں کوشش کریگا تو اُسکے خراج میں کمتی اور محصول میں
تخفیف ہوجائیگی غرض اِس نوازش اور رعیت پروری کے سبب
تھوڑے عرصے میں سارا مُلک رشکِ گلزار ہوگیا

رعایت رعیت سے مت رکھہ دریغ

حکایت جب امیر نوح مُلکِ خراسان پر غالب آیا اور
نشانِ اقبال آفاق میں بلند ہوئے یہی دستور اپنا مقدم رکھا کہ ہر

بادشاہ پاس ایلچی اور ہر شہر میں خفیہ نویس مقرر رکھے تا حقیقت روزمرے
کی حضور میں پہنچتی رہے اور نئی اخبار ملک ملک کی دریافت میں
آوے کوئی دشمن جو اسکے ملک کی طرف ارادہ مہم کا کرتا تو فوراً اسکو
خبر پہنچ جاتی اسکے دفعیہ کی تدبیر کرتا جب لگ اپنی مقدور بھر اس فتنے کو
عمیت نہ کر چکتا نچنت نہ ہوتا ایکمرتبہ ایسا اتفاق ہوا اپنی دارالسلطنت سے
دور نکل گیا کسی بیابان میں اپنے ملک کی حد پر اسکا گذار ہوا
وہاں کتنے ایک گنواروں کی جھونپڑیاں تھیں اور وے وہیں بستے
تھے ایک لشکری نے گاے وہاں چرتی دیکھی تو پکڑ کر ذبح کر کے چت کر گیا
گوالی نے بادشاہ سے فریاد کی اور داد چاہی بادشاہ نے اس سوار کو پکڑ کر
خوب سیاست دی اور اسکا گھوڑا گوالی کو دلوایا اور اپنے تختگاہ کو پلٹا
تھوڑے دنوں کے بعد عمرو لیث نام جو اسکا مخالف تھا اسنے ارادہ کیا

کہ اسپر شبخون لیجاوے اسواسطے راتوں راتکو کوچ کرتا اور دن کو
کہیں جھاڑی پہاڑی میں چھپے رہتا آتے آتے اسی گانو پر جہاں وہ
گولی گایکا دھنی رہتا تھا جب پہنچا تب اُس گولی نے خیال کیا اب
شکر نعمت کی ادا کرنیکا وقت ہی مناسب ہی اُس امیر عالی ہمت
کو اِس آفت ناگہانی سے آگاہ کروں آخر اسنے شتابی دوڑکر امیر کو
اطلاع پہنچائی امیر یہہ خبر سنتے ہی چیت گیا اپنی فوج رستے پر
گھات میں بٹھادی عمر ولیث جب قریب پہنچا امیر بھی اِدھر سے
چڑھ دوڑا اور وہ جمعیت شیروں کی مانند تازہ دم کمیں گاہ سے باہر
کودی اور دشمن کو چاروطرف سے کوٹ ڈالے

کرم ذرہ بھی بلائے عظیم کو ٹالے

حکایت

فضل کہتا ہی کہ مامون کی خلافت میں

جو ایلچی ہر ایک اقلیم کے آتے اُنکا خرچ میرے یہاں سے اُٹھتا ایکمرتبے
روم کا ایلچی اور حبش کا وکیل دونو میرے مکان میں بیٹھے تھے میں نے
دوبھاشی سے کہا روم کے ایلچی سے پوچھ کہ تمھارے بادشاہ کی کیا سیرت
ہی بولا ہمارا سلطان مال کو خوار سمجھتا ہی اور آدمیکو عزیز امراؤں کے
آہوے دل کمند فیض سے صید کرکے اپنے ہاتھ میں لایا ہی اسی سبب لشکر و
رعیت خاطر جمع سے امن و امان خوش گذران رہتے ہیں تسپر سبکو
خوف و رجا میں رکھا ہی اصلاً غیر موقع مہربانی اور عقوبت نہیں
کرتا انصاف دادخواہوں کا خود سُنکر تجویز کرتا ہی اس لئے دل مظلوموں کا
یہاں تک قوی ہی کہ کوئی کسیکو خیال میں نہیں لاتا جو آدمی کسی وجہ
بادشاہ سے اندیشے میں پڑا تو مارے خطرے کے کھانا پینا سونا دن رات کا
اُس سے چھوٹ جاتا ہی یہہ سُنکر پھر میں نے مترجم سے کہا اب حبش کے

وکیل

وکیل سے بھی پوچھہ تیرے بادشاہ کا کیا قانون ہی بولا ہمارا بادشاہ
تو حتی المقدور جب تک ہوسکے درگذر کرتا ہی اور اکثر وقت غصّے کے
درپیش حلم رکھتا ہی امّید کے وقت برا میٹھا جیسا آبِ زلال
جسے ہر کوئی پی جاوے اور اعتراضی کے وقت برا سخت مانندِ آتشِ تیز
جو ہیزمِ خشک کو جلا دے کچھہ اچھا کام کسی سے دیکھے تو اُسے نہال
کردے اور جیسی بڑی تقصیر ہو اُسیکے موافق عذاب شدّت سے
دے اُسکے قلمرو میں کوئی اُسکے عتاب سے بیخوف اور جان سے
ناامّید نہیں امّیدوار ایک دن البتہ اپنی امّید پا رہتا ہی
اور گنہگار بھی اُسکے عفو سے براس نہیں ہوتا ہیبت و رعب مانند
خورشید درخشان کسیکو مجال نہیں جو نگاہ بھر کر اُسے دیکھہ سکے
سب کی نگاہ نیچے زمین کی طرف رہتی ہی غرض میں نے یہہ دُرِ بیبہا

سخن وقت فرصت کے امیر کے کان میں ڈالے امیر نے مجھ سے پوچھا تم
نے مسلسل باتوں کی تیرے نزدیک کس قدر قیمت رکھتی ہوگی
میں نے کہا دو ہزار دینار فرمایا نہیں پر میرے نزدیک خراج ہفت اقلیم کا
اسکی قیمت کو نہیں پہنچتا آخر بیس ہزار دینار اُن وکیلوں کو دلوائے
سبحان اللہ بادشاہانِ پیشین کس قدر نصیحت سے رغبت رکھتے
تھے جیسا کہ طاہر عبداللہ کہتا ہے کہ جب میرے والد نے ملکِ مصر
سر کیا امیر مامون کے حضور میں عرضی لکھی کہ تین کروڑ روپیہ بیت
المال اس بندے کے ہاتھ لگے ہیں اس باب میں جو کچھ حکم صادر ہو
سو عمل کیا جاوے امیر نے وہ عرضداشت پڑھ کر ارکانِ دولت سے
مشورت کی تو ہر ایک نے یہی صلاح دی بہتر ہے اس خزانے کو
حضور میں طلب کیجئے تو یہاں کام آوے اور لشکر کو تنخواہ میں

دیا جاوے

دیا جاوے امیر نے کہا جس شخص نے اتنی جانفشانی کر کے اُس مُلک کو
فتح کیا یہہ مال مُناسب ہی اُسیکو دینا کیونکہ اب تو سب مُلک
اپنے تصرّف میں آگیا مال کی کچھہ کمتی نہ رہیگی تب سب مشیر کار
بولے جیسی مرضی مُبارک آخر امیر نے اُسی وقت یہہ پروانہ معہ خلعت
فاخرہ میرے والد کے طرف روانہ کیا کہ ہمنے وُہ مال تمھیں کو بخشا
جب یہہ عنایت نامہ مصر میں پُہنچا میرے والد نے وہ خلعت تو پہنی
اور کہا امیر نے اتنا کچھہ مال مجھے عنایت کیا خوب نہ ہوا کیونکہ سب
بندہاے بادشاہی محروم رہے جاتے ہیں پس دو کرور روپئے لشکر پر
تقسیم کر دئے اور ایک کرور روپئے شہر کے اکابروں کو دئے تاکہ عمارت
گری پڑی شہر کی مرمّت کریں اور شکست و ریخت جا بجا درست
کردیں پر اپنے پاس ایک دمری نہ رکھی

امیر ایسا ہو اور رعیت خواہ ایسے ہوں
تو کیوں نہ اُنکی ریاست کا انتظام رہے

حکایت موصلی سے روایت ہی کہ میں اُنکدن امیر معتصم کی خدمت میں حاضر تھا امیر مجھہ سے فرمانے لگا کہ مدت سے ایک مُشکل میرے درپیش آئی ہی اور یقین ہی کہ تیرے سوا یہہ عُقدہ کسی سے حل نہ ہوگا تب میں نے عرض کی وہ کیا ہی امیر ارشاد کریں یہہ بندہ بھی موافق اپنے حوصلے کے التماس کریگا فرمایا میرے بھائی مامون نے جس شخص کو اپنی خدمت میں رکھّا وہ نمک حلال اور نیک اندیش ہو نکلا اور میں نے جس کو نزدیک کیا سوائے بدخواہی اور بدذاتی کے اُس سے سرزد نہ ہُوا میں نے کہا آپ کے برادر نے جھاڑ جھاڑ کر کو زمین میں بتھایا اور سینچا پوسا پالا

البسہ

البتہ اُسکا پھل بھی پایا ہمیشہ اشراف خاندانی کو سرافراز کر
سرسبز اور نہال کیا اور پاجیوں کو جڑ پیڑ سے اُکھاڑ کر اپنے نزدیک
بار نہ دیا اور آپنے ذالیاں بے اصل جنکا ٹھور نہ ٹھکانا زمین میں
لگائیں آخر اُنکا پھل سوائے ندامت کے کچھ نہ ملا کیونکہ ہر کسیکو بنا جانے
پہچانے قرب دیتے ہو خار کو تلوا سہلانے لگاتے ہو تو سوائے
کھٹکنے کے کانٹے سے کیا ثمرہ ملے امیر معتصم نے سُنکر کہا فی الواقع یونہیں
ہی لیکن اِس جوابِ گراں سے میر شیشہ دل چور ہو گیا تب میں نے
کہا از براے خدا اِس بندے سے گستاخی ہوئی معاف کیجئے فرمایا
نہیں یہہ تو نے نصیحت بجا کی پر میری ہی خطا ہی جو میں نے تجھ سے
پہلے نہ پوچھا مجھے ایسا معلوم ہوتا تو اتنی پشیمانی نہ اُٹھاتا
جو بادشاہ دردِ زمانے سے ہی مریض

شیرینیِ شہد سے ہی مفید اُسکو صبر پند

حکایت امیر منصور کے پاس حمزہ نام ایک خدمتگار اُن
دنوں میں تھا کہ کچھ عروج نہ تھا لیکن برا منتھا اور کامل الوجود اِس لئے
امیر اُس سے دِق تھا پر ناچاری کو اپنے پاس رکھتا جب ستارہ آلِ عباس کا
بُلندی پر آیا اور امیر کا بھی اقبال چمکا اچھے اچھے خدمتگار دیدار و اور
چالاک رکھے اور حمزہ کو اپنے نزدیک سے الگ کر دیا ایک مُدت کے بعد حمزہ نے
فُرصت پاکر اپنی تنگدستی کا احوال تقریر کیا منصور نے سُنکر چار ہزار دینار
اُسے دلوائے کہ اِس سے تجارت کر کے اپنی گُذران کر اور میرے پاس کبھی
مت آئیو کیونکہ مجھے تجھ سے شرم آتی ہی وُہ زر لیکر چلا گیا جسوقت
منصور مسندِ خلافت پر بیٹھا حمزہ مُبارکباد دینے آیا منصور نے پوچھا
اب تو کیوں آیا میں نے نہیں منع کیا کہ کبھی میرے پاس مت آئیو

بولا میں واسطے تہنیت کے آیا ہوں فرمایا خیر آیا تو آیا اور چہار ہزار دینار اور بھی
اُسے دئے کہ پھر مجھے اگر مت ستا برس دن کے بعد حمزہ حضور میں پھر آیا پوچھا
اب کسواسطے آیا بولا اُن دنوں میں سفرِ حجاز میں فلانے شخص نے جو آپکو
دُعائے مُستجاب سکھائی تھی میں نے چاہا کہ جاکر امیر کو یاد دلادوں
امیر نے کہا ای حمزہ کل رات میں نے وہ دُعا پڑھی کہ کبھی تیری صورت
اِلٰہی مجھے نہ دِکھاوے خدا نے وُہ دُعا قبول نہ کی اور تیرے دِل میں
ڈالا تو تو نے خواہ مخواہ مجھے پھر اگر زحمت دی تیری خدمتوں کا حق
میرے دل سے فراموش نہیں ہوتا چار ہزار دینار اور لے اور عہد کر
کہ پھر مجھے تکلیف روا نہ رکھے آخر اُسنے سوگند کھائی کہ پھر ہرگز اِدھر مُنہہ
نہیں کرینگا اور وہ نقد لیکر رخصت ہوا اِس حکایت سے خدمت
کی رعایت ظاہر ہوتی ہی کیونکہ نیکی دتنکا اُتارینکا اِحسان نہیں

بھولتے ایکدن ایک صرّاف نے منصور کے دربار میں آکر فریاد کی کہ میں
ذات کا صرّاف ہوں میرے پاس تھوڑی سی پونجی تھی اُس سے
خوردہ بیچ آلا دھالا کر کے اپنی گذران کیا کرتا آج رات سب پونجی کا
صندوقچہ کا صندوقچہ گھر کا گھر میں غایب ہوگیا اور میرے آنکھوں تلے
مارے فکر کے اندھیاری چھاگئی حیران ہوں اب کس صورت سے
گذارہ ہوگا امیر اگر اس مُفلس کے احوال پر پرورش کی راہ سے غور
فرماویں تو شاید تنقیح ہوسکے امیر نے اُس صرّاف کو خلوت میں
لیجاکر پوچھا تیرے گھر میں نقب یا پاؤں کا نشان تو نہیں بولا یہہ تو نہیں
پھر پوچھا تیرے شامل کون رہتا ہی بولا میری جورو پوچھا جوان ہی
یا بُڑھیا کہنے لگا جوان ہی تب امیر نے معلوم کیا یہہ کام اُسی عورت کا
ہی کیونکہ یہہ مرد ادھیڑ بدصورت اگر بگڑ داڑھی رکھتا ہی شاید وہ

استری کہیں اتکی ہوگی تب اُسے عطر خالص کی شیشی جو اُس شہر میں
میسّر نہ آوے دیکر کہا کہ خبردار یہہ عطر کسی کو مت دینا اپنے گھر میں
رہنے دے اور کچھہ اندیشہ مت رکھہ تیرا مال میں تحقیقات کرتا ہوں
اور کتنے ایک جاسوس آسپاس اُس محلّے کے بٹھلائے اور کہہ دیا
کہ جسکے کپڑوں سے عطر کی باس آوے پکڑلاو چند روز کے بعد سرہنگ
ایک جوان کے کپڑوں سے عطر کی خوشبو سونگ کر سرکار میں پکڑ
لایا امیر نے اُس جوان سے کہا وہ صندوقچہ اُس صرّاف کا حوالے کر
جوان نے کہا ای امیر صندوقچہ مجھے کسنے دیا فرمایا اُسی عورت نے
کہ جسنے تجھے عطر لگایا یہہ شخص لاجواب ہوا جوں کاتوں مال بجنس
اُس صرّاف کو دیا اور بدکاری سے توبہ کی آخر اُس صرّاف نے امیر کے
فرمانے سے اپنے قبیلے کو طلاق دی

حکایت جب مامون الرشید واسطے حج کے کعبے
کی طرف چلا اونٹ کرائے کئے وہاں پہنچکر بھاڑے کری بدا کئے
لیکن جیسا موافق معمول کے جو اقرار پایا تھا نہ چکایا اُس اجورہ
دار نے تب تک صبر کیا کہ امیر نے طواف سے فراغت پاکے
مدینے میں اپنے تئیں پہنچایا اسنے قاضی کے پاس جاکے فریاد کی
قاضی نے امیر کو بلا بھیجا تب امیر اپنے دل میں کہنے لگا آج قاضی
جو مسند عدالت سے میری تعظیم کے واسطے اُٹھے تو اسی دم اُسے
معزول کرئے اور تلوار سے دو ٹکڑے کر دیجئے تو اوروں کو عبرت
ہو بارے امیر جب دارالعدالت میں آیا قاضی بدستور تکیہ
لگائے بیٹھا رہا اور امیر کی طرف کچھ التفات نہ کی اور برابر دا
خواہ کے صف زیرین میں بٹھلایا مدعی کی رجوعات مقابلے سے

امیر کو

امیر کو قایل کر کے اُسکا حق ثابت کیا اور دفترِ قضا میں اقرار نامہ
لکھہ لیا امیر جب گھر کی طرف چلا ایک اپنا آدمی وُہ پُرزہ دیکر اُس
اُجورہ دار کے ساتھہ کر دیا کہ جا اس آدمی کا دام دام ادا کر دے غرض
اُسوقت بھی قاضی نے مامون کی طرف کی روے ریا مُطلق نہ کی
اور تعظیم تکریم جیسی کہ بادشاہوں کا دستور ہی ذرّہ بھی بجا نہ لایا
آخر اسنے گھر آکر سب پیشکار ایہ دار کا بھر دیا اور اپنی دست آویز لے
لی پھر قاضی کو اکیلا خلوت میں طلب کر کے آفرین اور تحسین
کر کہا مجھے جو خیال تھا سو تو نے ویسا ہی کیا اب لازم ہی اسطور
اپنا دستور رکھہ تا کوئی قوی کسی ضعیف پر زبردستی نہ کر سکے
اور دس ہزار درم انعام بخشے

جس نے اِس طور کا قانون چلایا ہوگا

اُس ریاست میں کبھی رخنہ نہ آیا ہوگا
سلطنت میں شہِ عادل ہی چراغ فانوس
خلق روشن کیا اور جھوکا نہ کھایا ہوگا
تیغ احسان سے جو بد کی زباں کو کاٹے
وہی دشمن کیتئیں مار کھپایا ہوگا
فیض اور رعب میں رکھہ مثلِ جہانتاب شرشت
آنکھہ سے آنکھہ نہ کوئی اُس سے ملایا ہوگا
فی الحقیقت میں جو آئین رکھے ہیں انگریز
آج تک کوئی شہنشہ نہ بنایا ہوگا

چوتھا باب وزیروں کی عادت کا

حکایت

بوزرجمہر سے پوچھا منصبِ وزارت کس کو

یعنے اور کون اس مرتبے کے لایق ہی بولا وہ شخص جس میں اتنی خصلتیں
پائی جاویں پوچھا وہ کتنی خصلتیں ہیں کہا چار اور تین اور دو اور
ایک پوچھا وہ کیا ہیں مفصل بیان کر کہنے لگا اُن چار خصلتوں میں سے
ایک تو ہوشیاری ہی کہ خیال رکھے اس مرتبے سے قدم نہ ڈگمگا دے
دوسری بردباری جس کے سبب کچھ دشواری اسپر نہ آوے تیسری دلیری
کتنا بھی برا کام روبکار ہو تو نہ گھبراوے چوتھی جوانمردی وقت پڑے پر
مال کا صرفہ نہ کرے مثال بادل کے پیٹ برساوے اور تین خصلت یہہ
ہی جو کسی دوست سے اچھی خدمت بن پڑے تو تُرنت اُس کے ساتھ
سلوک کرے اور کوئی اپنا حکم نہ مانے تو اُسے تنبیہ قرار واقعی پہنچاوے
اور ہر ایک چیز کا ذخیرہ سامان اسباب کر رکھے تاکہ وقت حادثے کے
کام آوے اور دو خصلت یہہ ہیں کہ ہر ایک کام میں خوب غور کرے

اور ادنیٰ اعلیٰ پر حکم یکساں رکھے اور ایک خصلت یہہ ہی کہ دور اندیش رہے
آج کا کام کل پر نہ چھوڑے جیسا کہ سلطان ملکشاہ غزا کے ارادے چار لاکھ
فوج سے ملک روم پر چڑھ گیا اور قیصر روم بھی مستعد ہوا ایک تیدی
دل لڑائی کی خاطر مقابل آیا اس میں ایکدن سلطان ایک سو سوار
اپنے ہمراہ لیکر بغیر نقارے نشان کسی بیابان میں شکار کو نکلا ناگہاں
ایکدستہ لشکر روم کا انسے دوچار ہوا انھیں نہتا بنا ہتھیاروں دیکھکر
حملہ کر کے سبکو معہ سلطان گرفتار کیا تب سلطان نے چپکی اپنے رفیقوں
سے کہا کہ زنہار میری تعظیم نہ کرنا اور کسی سے مت کہنا کہ یہہ سلطان ہی
جب قیصر کے حضور ان سب کو لائے تو اسنے پوچھا تمھارا سرخیل کون
ہی سب نے ایک زبان ہوکر کہا جیسی بن بن کی لکڑیاں اکٹھی ہوکر
بھار انظر آتی ہی ویسے ہی ہم بھی متفرق دس جگہہ سے باہم جمع ہوکر

نادانی سے شکار کھیلنے نکل آئے کہ خود شکار ہوگئے ہم میں سر خیل تو کوئی
نہیں تب قیصر نے اپنے نوکروں سے کہا بالفعل انھیں محبوس رکھو
مگر ایک دو شخص جو وہاں سے اپنے تئیں بچا کر جان لے بھاگے تھے نظام الملک
وزیر کے پاس یہہ خبر وحشت اثر قسمت کی گرفتاری سے سلطان کے
پکڑے جانے کی پہنچائی وزیر ازبسکہ دانا تھا تُرنت ان کو ڈیرے میں
قید کیا کہ یہہ راز فاش نہ ہو اور شام کے وقت نقیبوں کو یہہ حکم کیا کہ
لشکرگاہ کے رستے کی طرف سے یہہ آواز کرتے ہوئے سراپردے کی سمت
دوڑیں کہ بادشاہ آیا پھر دوسرے دن خود وکیل ہوکر قیصر کے دربار
میں امراؤں کے استصواب سے حاضر ہوا تب قیصر نے کہا تمھارا بادشاہ
جوان ہی اور ہر ایک حرکت لڑکپن سی کرتا ہی اور اسکا انجام
نہیں سوچتا اب اسکو اس کام سے باز رکھہ نہیں تو بڑی خونریزی ہوگی

وزیر نے کہا اگرچہ ہمارا بادشاہ جنگجو ہی پر دوستی کا لفظ جب منہہ
پر آیا تو آنکھہ میلی نہیں کرتا آخر اُسکی مرضی موافق صلح کی اور آپس میں
ایک حد ٹھہرائی تب قیصر کی زبان سے نکلا کچھہ آدمی تو تمھاری فوج
سے گم نہیں ہوئے اسنے کہا لشکر ایک دریا ہی کونسوں تک موج
مارتا ہی کس سے اس سب کا اندازہ ہو سکے فرمایا سو سوار تمھارے لشکر
سے ہمارے ہاتھہ چڑھے ہیں وزیر نے کہا اگر اُنکو بخشئے تو عین مصلحت ہی
آخر قیصر کے حکم سے ملکشاہ کو اُن سواروں سمیت وزیر کے سامھنے لائے
وزیر نے تیوری چڑھا کر اُن کو بہت دانتا اور خوب ملامت کیا
بلکہ زبان سے سخت سست بھی کہا کیا تم نہیں جانتے یہہ کچھہ وقت
شکار کا نہیں پھر اُنکو ہمراہ لیکر اپنے لشکرگاہ کو پھرا جب روم کی سپاہ
کی حد سے باہر آچکا پیادہ ہوکر شاہ کی رکاب چومی ایلچی قیصر کا جو شاہہ

تھا تب اُسنے معلوم کیا کہ ہی ہی بادشاہ یہی ہی جو ہمارے دام
میں آپھسا تھا اب طوطی ہاتھ سے اُڑگئی لیکن اسوقت پچتانے سے
کچھ حاصل نہ تھا آخر ملکشاہ نے لشکر میں پہنچکر کمربندی تیاری کروا کر یکایک
قیصر کی سپاہ پر حملہ کر کے آن پڑا یہہ تو آشتی کے بھروسے پر تھا سپاہی
اپنے کھانے پکانے سودے سُلف میں بستر پر نہ تھے جوں توں کر تھوڑی
جمعیت سے مُقابل ہوا جتنی شرطِ مُروّت اور تہوّر کی تھی بمقدور
اپنے کر گذرا کہاوت ہی سورمان چنا بھار نہیں چھوڑتا آخر شکست
فاش ہوگئی تو کہیں اور میں کہیں تین تیرہ ہوکر سپاہ کہیں
کی کہیں جاتی رہی بیل پھوٹی اور رائی دانہ دان ہرچند کہ لشکر
کی ایڑی اُٹھی مگر قیصر نے تو مارے غیرت کے پیٹھ نہ اُٹھایا اور کھیت
نہ چھوڑا یہاں تک کہ پکڑا گیا

شاہ میدان میں جب گھوڑے اُٹھا دیتے ہیں
ہر نفر زین سے جا زین ملا دیتے ہیں
دست برد پیل و پیادہ پہ کریں جو ہو بساط
تنگ ہو مات ہوں پر رُخ نہ پھرا دیتے ہیں

جب قیصر ملکشاہ کے روبرو آیا یساول اور چوبدار کہنے لگے ہمارے بادشاہ کو تسلیم بجا لا لیکن اسنے سر نہ جھکایا اور کہا رسّی جلی پر اُسکا بل نہ گیا وہ بادشاہ اگرچہ جوان ہی لیکن میں بھی بادشاہ جوان ہوں تب حاضرانِ پایۂ تخت بولے کچھ جواب و سوال کر آخر ملکشاہ کی طرف مُخاطب ہو کر بولا اب تیں کاموں سے ایک کام کر جو تو بادشاہ اُولوالعزم ہی تو بخش دے اور کشتر سنگدل قصائی ہی تو ذبح کر اور سوداگر بردہ فروش ہی تو بیچ ڈال یہہ سُنکر ملکشاہ نے کہا میں بادشاہ

ہوں اور میرا کام تاج بخشی ہی یہہ کہکر سر و قد تعظیم لئے اُٹھہ کھڑا ہوا اور
بڑے تپاک سے ہاتھہ پکڑ کر اپنے نزدیک بازو سے تخت پر بٹھلایا اور لباس
مُکلّل اور جواہر قیمتی پہنایا پھر بطور نعلبندی کے سالیانہ مُقرر ٹھہرایا
کہ ہر برس بلا ناغہ پُہنچا کرے تب قیصر نے نظامُ الملک وزیر سے کہا تو بھی
کچھہ خواہش رکھتا ہو تو ظاہر کر وزیر بولا میں تم سے ایسی چیز چاہتا ہوں
جو تم پر بھی بھاری نہ ہو اور مجھے گویا خزانے کی ذخیری ملے بڑی آرزو
اپنی یہہ ہی کہ کچھہ نہ کچھہ ملک شہر استنبول میں میرے نام کی ہو
جو ایک گائے کے چمڑے کی برابر زمیں انعام دو تو بہتر ہی قیصر نے
اس بات کو قبول کیا آخر قول عہد پا کر مُرخّص ہوا تب نظامُ الملک نے
ایک گائے کی کھال کے تسمے باریک کتروا کر بڑی لمبی سی دوالی
بنوائی کہ جسکے طول و عرض میں کئی کوس زمین سما گئی وہاں

مُسافر خانہ و خانقاہ و مسجد بڑے تکلّف کی تعمیر کروائی حاصل کلام
فتح وزیر با تدبیر کی ہمّت سے مُیسّر آئی

دُشمن کا سر اگرچہ اُڑاتی ہی تیغ تیز
پر فتنہ پا شکستہ ہو کلک وزیر سے

حکایت جب مُعتضد شاہ نے قاسم کو قلمدان وزارت کا
عنایت کر کے سرافراز فرمایا ہر چند وہ تو دانا زمانے کا تھا پر بمقتضائے
جوانی ایک شب اپنی حرم خاص میں مجلس نشاط کی ترتیب دیکر کچھ
شغل کھانے پینے شراب و کباب ناچ راگ رنگ کا کیا رات بھر
عیش و عشرت گانے بجانے کا سماں بندھا رہا جب دن نکلا لباس بدل
کر شاہ کے دربار میں حاضر ہوا شاہ نے مُسکرا کر کہا کل رات تمھارے
یہاں خوب دل لگی اور جمگھٹ تھا جو تو مجھے بھی اُس گمت میں بُلاتا

تو کیا

تو کیا میں تیرے شریک نہ ہوتا قاسم یہہ سنتے ہی اپنے دل میں
پچھتا گیا نیچے آنکھیں کر کے کہنے لگا غلام کی کیا قدرت جو ایسی گستاخی
کر سکے مگر خداوند الطاف اسقدر فرد وی کے حال پر فرماتے ہیں جب
دربار برخاست ہوا قاسم اپنے گھر آیا پر دل میں حیران تھا کہ یا الٰہی
یہہ خبر بادشاہ کو کس طرح پہنچی باوجود اسکے کہ یہہ محفل کس طور مخفی
ہوئی تھی جو ایسا ہی ہے تو کچھہ فضولی یا ور خرچی صادر ہو تو
شاہ پر کب ظاہر نہ ہوتی ہوگی آخر یہہ مذکور اپنے وکیل سے کیا اور
کہا اس آدمی کو جو میرا بھید شاہ کو پہنچاتا ہے ڈھونڈ نکالا چاہئے
دوسرے دن وکیل ترکے ہی منہہ اندھیرے وزیر کی ڈیوڑھی کے
نزدیک چھپ بیٹھا تو کیا دیکھتا ہے ایک شخص چوتروں کے
بل زمین پر گھسرتا ہوا جیسا کوئی فالج کا مارا چلتا ہو محل کے دروازے

کے یہاں آیا گھڑی ایک اُن فراشوں سے جو فرش بچھانے کے لئے
چوکا کر رہے تھے تختے مارے اور تھوڑا بہت احوال وزیر کا اُن سے
معلوم کیا پھر وہاں سے دربان کے پاس گیا کچھ اِدھر اُدھر کی رَتل مار کر
خوب ہنسایا باتوں ہی باتوں میں پوچھا رات کیا کیا گذری اور
وزیر کی خدمت میں کون کون تھا اِسنے جو احوال ٹھیک تھا کہہ سُنایا
پھر باورچیخانے میں گیا باورچیوں کو بھی کچھ ہزلیات لغویات بک کر
خوب محظوظ کیا کچھ طعام اُن سے لیکر کھایا اور حلاوت کر کے سب ماہیت
وزیر کی لے لی پھر وہاں سے آہستے آہستے اُسی طرح گھستا ہوا چلا جب
تھوڑی دور بڑھا اچھی طرح کھڑا ہو کر چلنے لگا جب سراپردے بادشاہی
کے نزدیک پہنچا اندر سے ایک خدمتگار آیا اِسنے سب احوال وزیر کا
لکھ کر اُسے دیا اُس وکیل نے یہہ سب حالت اُس شخص کی اپنی آنکھوں

دیکھی

دیکھی دوسرے دن جب یہہ آدمی پھر آیا وکیل اسے گرفتار کر کے وزیر کے حضور
لے آیا وزیر نے پوچھا تو کون ہی سچ کہہ اسنے کہا جو تو مجھے امان دے تو
بیان کروں وزیر نے کہا تو شوق سے اظہار کر سر مو تفاوت مت رکھہ
کوئی تیرا بال بیکا نہ کریگا تب اسنے کہا میں فلانا شخص ہاشمی ہوں اور
فلانے مکان پر میری سکونت ہی اپنے گھر سے سب طرح بھرا
پورا ہوں تیسرے بادشاہ بھی پچاس اشرفی ماہ بماہ مجھے دیتا ہی میرا
یہی کام ہی کہ ہر روز علی الصباح اٹھکر اس بھیس سے تمھاری ڈیوڑھی
پر آنا اور سب احوال آپ کا دریافت کرنا ایک کاغذ پر لکھہ چھوڑنا شام
کے وقت بادشاہ کا خدمتگار آتا ہی تو وہ رقعہ اسے دیتا ہوں
وزیر نے یہہ سنکر اسے قید کیا اور اسی وکیل کو حکم کیا اس شخص کے
گھر کے نزدیک جا کر چھپکا بیٹھہ رہ دیکھہ تو خدمتگار آتا ہی کہ نہیں آخر

ایک گوشے میں اُسکے گھر کے متصل وہ وکیل جا بیٹھا جب شام ہوئی
خدمتگار آیا اور اِس شخص کا نام لیکر پکارا اندر سے آواز آئی کہ آج فجر سے
ہمارا صاحب گھر میں نہیں آیا کبھی ایسا اتفاق تو نہ ہوا تھا کہ اتنی
دیر تک باہر رہا ہو شاید کچھ نہ کچھ اُسپر حادثہ گذرا یہہ سُنکر خدمتگار
پھر گیا اور وکیل بھی چلا آیا دوسرے دن وکیل پھر گھر کے نزدیک ہو
نکلا تو دیکھا وہ گھر ماتم سرا ہو رہا ہی اور اقربا اُس شخص کے روتے
پیٹتے ہیں اور وہ خدمتگار بھی اگر یہہ حالت دیکھکر چلا گیا تب وکیل نے
اگر سماری واردات وزیر سے ظاہر کی دوسرے دن جب وزیر دربار
بادشاہی میں آیا شاہ نے فرمایا کہ فلانے شخص ہاشمی کو بہ اعزاز تمام
چھوڑ دے آج سے جاسوسی سے تیرے پر سے موقوف رکھی نہیں تو مجھے
اپنی جد کی قسم اُسکے قصاص میں تیرا خون کرونگا وزیر نے زمین کو

بوسہ دیکر کہا خداوند کے اقبال سے وہ صحیح سلامت جیتا جاگتا موجود
ہی اور دل میں خدا کا شکر کیا کہ خوب ہوا جو اُسے نہ مارڈالا پھر گھر آکر
ایک خلعت فاخرہ اور انعام معقول دیکر اُسے بدا کیا اُس دن سے اخیار
وزیر کی بادشاہ نے منگوانی موقوف کی اس حکایت سے ظاہر ہی
کہ بادشاہ کو چاہیئے کسی وقت اپنے مقربوں کے احوال سے غافل
نہ رہے جو اُن سے کچھ نیک افعال وقوع ہووے تو پسند کرکے نوازش
فرماوے اور جو حرکت بیجا سرزد ہووے تو مانع آوے اور چشم نمائی
کرے پر وزیر عقلمند وہی ہی جو اپنے کام میں ہشیار رہے دشمن
ہاتھ لگے تو جلدی اُسے تنبیہ وتادیب نہ دے کیونکہ قاسم جلدی
کرکے جو اُس ہاشمی کو ہلاک کرتا تو آپ بھی مارا جاتا

صبوری ہر ایک امر میں شرط ہی

ایک دن قاسم سفید جوڑا پہن سوار ہو دربار بادشاہی کی طرف آتا تھا
رستے میں ایک خاص نے اسکی دستار پر ایک چھینٹا زعفرانی رنگ کا
داغ دیکھا وزیر سے کہا یہہ رنگ کپڑے پر معیوب ہی وزیر کو اسوقت
پلٹنے کی فرصت نہ تھی دوات دیکر فرمایا کہ اسے سیاہ کردے کیونکہ
سیاہی کا داغ نویسندے کے جامے پر عیب نہیں سب نے یہہ
بات پسند کی

حکایت ایک وزیر کی یہہ عادت تھی جو ایک شخص کو
کہیں کا عامل کرکے بھیجتا وہ اس پرگنے میں پہنچکر بندوبست کرنے بھی
نہ پاتا کوئی دوسرا اسپر اضافہ بڑھاتا تو وہ عمل اسے دیتا اور پہلے کو
معزول کرتا ایک شخص جو اسنے بھی عملداری کسی شہر
کی قبول کی وقت رخصت کے وزیر سے کہا کچھ بات پوشیدہ عرض کرنی

ہی اگر مرضی ہووے تو التماس کروں وزیر نے کہا کچھ مضایقہ نہیں کہیئے
تب اسنے جھک کر وزیر کے کان میں کہا باربرداری فقط جانے ہی کی بھارے
کروں یا آنے کی بھی وزیر یہہ سُنکر ہنسا اور وہ کام اُسی پر قایم رکھا
پھر کسی کو تبدیل و تغیر نہ کیا بلکہ یہہ عادت چھوڑ دی

تازی اصیل ایک اشارے سے تم رہے
مُنہہ زوری گر کرے تو وہ خچّر سے کم نہیں

حکایت ایک راجا کے پاس مہا سُندر لونڈی تھی
ایسی کہ جو کوئی اُسے دیکھتا اپنی سُدھہ بُدھہ گنواتا ایکدن راجا
اپنے بارے میں تھا اور وہ لونڈی اُسکے سامھنے ماتھہ جوڑے کھڑی
تھی اُسکے پردھان کو کچھہ ایسی نِگہ ہوئی کہ اُسی گھڑی وہاں
چلا آیا اچنت اُسکی دِشٹ اُس چیری پر جا پڑی کن انکھیوں

چوری چوری اُدھر دیکھتا رہا اِس میں راجا نے اِسی دیکھ پایا پر پردھان
نے آنکھ کی پُتلی جوں کی توں اُدھری رکھی چھ بیس برس تک وہ
پردھان راجا کے پاس رہا پر جب راجا کے سبھا میں آتا ترچھا دیکھا کرتا
اِس لئے کہ راجا کو بھرم ہو یہہ بھینگا ہی اُس دن کچھ آپ سے چاہ کر کے
نہیں دیکھتا تھا

حکایت ایک راجا بڑا دھنونت تھا نت یہی چاہتا
کہ روپیہ اِکٹھا کرے پر اُسکا پردھان کہا کرتا مہاراج پیسا اُڑا اور ٹک پال
جو دَل ہوگا تو دھن بہت مِل رہیگا اور گاڑے پرے پر پیسے سے کام نہیں
نہیں ملتا پن راجا کو یہہ بات نہ بھاتی تب اُسنے بہت پند لیا تو راجا نے
ایک ٹوکری مدھ سے بھری پردھان کے آگے رکھوا دی پل مارنے میں گھنی
مکھیاں اُسپر آن جمیں تب پردھان نے سیس نوا کر کہا میرے چت میں

آیا مہاراج کہتے ہیں سونا پڑے ہیں ہو تو اُسکے آس پاس سنے بھیر نہیں پھٹتی
جیسا کہ مدھ ہوا تو مکھیاں بہت آ رہتی ہیں پر پردھان سانجھ تک کا
جب رات پڑگئی وہی ماندی مدھ کی راجا کے آگے رکھ دی اُسپر ایک بھی
مکھی نہ آئی تب پردھان نے کہا مہاراج دیکھئے بُری گھڑی ایک اندھیر
گپ ہی مدھ دھن کتنا بھی ہو دھرا کا دھرا ہی رہے کچھ مکھی پاس
اُسپر نہیں بیٹھتا تب ہی دھن کے لئے کوئی جی گنوا تا ہی کہ پہلے اُسے
لابھ ہوا ہو یہہ سُنکر راجا نے پردھان کو بہت سرایا اور بھاری جوڑا
اُسے دیا اُس دن سے ٹک کو اتنا کچھ دینے لگا کہ سب کوئی رج گئے

حکایت ایک راجا کا پردھان بڑا سیانا تھا اُسپر راجا بڑی
میا کرپا رکھتا اور اِسکو بیس بیٹھتے تھے ہر ایک نگر میں حکومت پر رہتے
اِس لئے بیری اِسے دیکھ کر حسد اور داہ کی آگ میں جلتے نہ ان کچھ

تہمت لگاکر اِسپر راجا کا من کھٹا کر دیا تب راجا نے اِسے بیتوں سمیت
ایک کوئے میں قید کروایا نوکروں پر حکم کیا ایک آدمی کی خوراک کھانا
اور ایک جام پانی دیا کرو سوائے اِسکے کچھ مانگے تو ہرگز مت دیجیو چنانچہ
اُسکا یہی معمول بندھا اُن اِکیس آدمیوں میں ایک جنے کے قوت
کے موافق آب وطعام پہنچا کرے تب پردھان نے اپنے فرزندوں سے
کہا راجا نے مَن میں یہی ٹھانا ہی کہ ہم سبکو اِسی بھانت اُن بنا
ترسا کر مارے یہہ ذرہ سا کھانا اِتنے بہت آدمیوں کے مُنہہ میں نہ ناکہیں
ایک ایک تُکڑا ہیں تو جیسے اونٹ کے مُنہہ زیرہ ناحق مُنہہ جھوٹا کرنا ہی
نیت بھرے نہ پیٹ آخر تو مرنا ہی اِس سے یہی اُتم ہی کہ ایک جنا یہہ کھانا
کھا کر بچا رہے بنے تو ہم سب کا بدلا راجا سے لے سب نے کہا یہہ بات کھری ہی
پر سوائے تیرے یہہ کام کسی سے نہ ہو سکیگا سب نے اپنے تئیں تجھہ پر

بتار کیا تو جان اور تیہ را کام جانے آخر انھوں نے اسکے کہنے کے بموجب
اُس کوئے کی من میں کھوکر ایک آدمی کے بیٹھہ رہنے کے موافق بنا دی
اور یہہ اُس میں جا بیٹھا وہ کھانا اور پانی رسّی سے باندھہ کر جو لٹکاتے
یہہ اوپر سے لیتا اور کھا پی کر اپنے دن کاٹتا وے لڑکے تو مارے بھوک
پیاس کے دم چھوڑ دئے وہ کہاوت ہی اُن میا پران قریب دو
برس کے وہاں بند رہا ایکروز راجا کو ایک ایسی کٹھن مشکل درپیش
آئی کہ سب کاریگری اس عقدے کے حل کرنے میں عاجز رہ گئے تب
راجا نے کہا افسوس آج وہ پردھان جیتا رہتا تو اُسکا منصوبہ میرے
کام آتا پھر لوگوں سے پوچھا کیا سب مرگئے یا کوئی اُن میں جیتا بھی
ہی بولے ایک آدمی کا ذوقہ تو ہر روز اُس کوئے میں پہنچتا ہی کوئی
اندر سے لیتا ہی معلوم نہیں کہ وہ کون ہی راجا نے کہا دریافت

کرو اُنھوں نے کوئے پر اگر معلوم کیا تو پردھان کو جیتا پایا تب راجا نے
اُس چاہ سے جہاں دُنیا کی ہوا نہ لگتی تھی باہر نکلوا کر گلے سے لگا لیا اور
عُذر مَعذِرت حد سے زیادہ کیا پردھان تو از بس کہ شِدّتِ چاہ اور
فرزندوں کے داغ حسرت و آہ سے کُڑھ کُڑھ سوکھ کے کانتا بن گیا تھا چند روز
میں کچھ ہوش و حواس برقرار ہوئے راجا کو اُس مشورہ کی تجویز معقول
بتلائی تب راجا نے خوش ہو کر سابق دستور اُسے بحال کیا مگر یہہ تو اِسی
فکر میں لگا ہوا تھا کہ کسی صورت سے اپنا اِنتقام لیوے ایکروز کسی جنگل
میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک برہمن دوب جڑ سے اُکھاڑ رہا ہے اِسنے
پوچھا تو یہہ کیا کرتا ہے بولا میرا پانو اِس گھاس نے اُلجھایا اور میں گر پڑا
اب اِسے جڑ سے اُکھاڑ جلا دیتا ہوں تو اِسکی بیخ و بُنیاد نہ رہے تب
پردھان دل میں کہنے لگا اپنی غرض اس سے حاصل ہو تو ہو کیونکہ

یہہ آدمی شُشترکینہ ہی پھر برہمن سے بولا دیوتا تم راجا کے پاس کیوں
نہیں جاتے اور مدد معاش سرکار سے مُقرّر نہیں کرواتے تو فراغت سے
تمھاری گُذران ہو بولا شاید کوئی منع کرے اور اندر نہ آنے دے تو
پردھان نے کہا تو ایسا بزرگ زادہ دھرم مورت مرتبہ میں سب سے
بُلند کس کی مجال ہی جو تجھے روک سکے غرض برہمن دوسرے دن سرکار
کی ڈیوڑھی پر آیا اور پردھان نے پہلے ہی دربان کو تاکید کر رکھی تھی
جو فلانا برہمن آوے تو اُسے خوب سا مار پیٹ کر دھکّے دیکر نکال دو اور
بونوکہ ہمیں راجا کا یہی حُکم ہی وہ پیادے اسے دیکھتے ہی جھپٹے
اور مارے مار کے اِسے تختہ بنا دیا جب وہ برہمن پِٹ کر وہاں سے پلٹا
پردھان ننگے پانو اُسکے پیچھے دوڑا قدم پکڑے بڑے منتوں سے اُسے
منایا اور کہا کل پھر دن چڑھے خواہ مخواہ آو اُس برہمن نے قبول کیا

اور چلا گیا دوسرے دن برہمن دربار کے وقت دیوانخانے کے دروازے
پر پھر آیا پیادے تو آگے ہی سے جتا رکھے تھے بے تحاشا اسپر لات مکی کرنے
لگے اور پانو پکڑ کے زمین پر گھسیٹتے ہوئے دور تک باہر لیگئے کہ پیٹھ چھل کر
ریڑ کی ہڈی نکل آئی تب پردھان پیچھے دوڑا اور ہاتھ جوڑ کر بڑی
خاطرداری سے بولا نہ جانیں راجا تجھ سے کیا آنٹ رکھتا ہی جو اس
دھب کا تیرے حق میں حکم کرتا ہی اُس برہمن نے کہا بھلا میں بھی اس
کپت کی سزا دوں تو سہی پھر سب سے الگ ایک آسن پر جا بیٹھا
اور جادو منتر کی موتھ چلا کر بادشاہ کو خاندان سمیت مار کر سارا گھر کا
گھر مسمار کر دیا جادو برحق ہی اور کرنے والا کافر پس فایدہ اس حکایت سے
یہہ ہی کہ بادشاہ کو چاہیئے اول تو کسی پر اسقدر زیادتی نہ فرماوے
احیاناً ہو جاوے تو اُسکا اعتبار نہ کرے اور بدی کر کے چشم نیکی نہ رکھے

سبل آہنیں سخت تو مُرسکے
ولے زنگ بیٹھا نہیں اُرسکے

پھٹا دل تو زنہار ملتا نہیں
جو شیشہ شکستہ ہو کب جُرسکے

حکایت ایک بادشاہ ابُوالجیش نام اکثر شراب میں سرشار رہتا اُس حالت میں کچھ آگا پیچھا نہ دیکھتا کچھ کا کچھ بخش دیتا ایک رات گاہن کو تین لاکھ روپئے انعام دئے اور اُسکا پروانہ وزیر پر کردیا وزیر کو اتنا کچھ مال دینا بھاری معلوم ہوا کہ بادشاہ نے نشے کی حالت میں کیا ہوگا میں اُن سے پوچھ کر دونگا غرض وہ پیشہ اُس مُطربہ کو نہ دیا دوسری شب پھر وہی عورت مُغنیہ ایسی گائی کہ بادشاہ لوٹ پوٹ ہوگیا تین لاکھ روپئے اور بخشے بولی میرے

کل کے بھی انعام کے پیسے وزیر نے نہیں دئے بادشاہ یہہ سُنکر آگ ہوگیا
اور جلّاد سے کہا جا وزیر کا سر کاٹ لا یہہ خبر خبردار نے وزیر کو پہنچائی
وزیر نے اپنے تئیں روپوش کیا یہہ دھوندھا نکر چلا گیا جب صُبح ہوئی
جلّاد نے کہا رات تو خوب مزہ تھا پر یہی کھنڈت ہوئی جو بادشاہ
وزیر کے قتل کا حکم کر بیٹھا تب بادشاہ نے سمجھا مگر وزیر مارا پڑا اِس سبب
نہایت دِلتنگ ہوا اور آثار مَلال کے جبیں پر نمود ہوئے تب جلّاد
نے کہا بادشاہ سلامت ابھی وہ زندہ ہی اُسکا رشتہ حیات کا
مُنقطع نہیں ہوا کیونکہ مَیں نے سمجھ لیا تھا کہ یہہ حُکم مستی کی
حالت مَیں ہوا ہی اسواسطے اِس مَیں توقّف کیا چاہیئے تب فرمایا
اُسے حاضر کر وزیر حضور مَیں آکر آداب بجالاکر بولا جہاں پناہ اگر ایسی
ہی سخاوت ہی تو تب خزانہ بھر ہو جاویگا سپاہ کا مَواجب

ماہ بماہ نہ پہنچا تو دنگے اور دھرنے کی نوبت پہنچیگی کوئی حکم نہ سنیگا ہر چند
ابر اپنے کرم سے سب پر یکساں برساتا ہی پر بندوں کو لازم ہی
کہ باغ اور شورہ زمیں قیاس کریں اور موقع غیر موقع دیکھیں
ابو الجیش کو یہہ بات بغایت پسند آئی ایک خلعت فاخرہ اسے بخشا
کہ خیر جو کچھہ کیا سو اچھا کیا اور آیندہ کو جو مناسب جانے سو جاری رکھہ
فایدہ اس حکایت سے یہہ ہی کہ بادشاہ اگرچہ عالی ہمت ہو
اور خرچ بیجا پر حکم فرماوے پر وزیر جو مناسب جانے سو کرے

حکایت کہتے ہیں ہارون الرشید کا وزیر برامکی صاحب
تدبیر اور اہل ثروت تھا اور بادشاہ کا اتنا مقرب کہ بدون پروانگی
بیدھڑک محل خاص میں چلا آتا ایک ساعت نزدیک سے جدا نہ ہوتا
ایکروز ہارون الرشید محل میں بیٹھا ہوا ایک حکیم کے ساتھہ کچھہ رنج

بیماری کی گفتگو کر رہا تھا جو وزیر چلا آیا اور اپنے پائے پر آکر بیٹھ رہا تب
مُتغیّر ہوکر طبیب سے پوچھا کیا تمھارے بھی گھر میں کوئی شخص بغیر از
اجازت چلا آتا ہی اُسنے کہا نہیں تب فرمایا تو حاکم کا گھر تمھارے
گھر کے بھی برابر نہیں اُس وزیر نے معلوم کیا کہ یہہ اپنے پر آوازے کسے جاتے
ہیں اور رُموز جھاڑی تب دست بستہ کھڑے ہوکر عرض کی کہ جہاں
پناہ یہہ غُلام بھی خوب جانتا ہی کہ کوئی کسی کے گھر بے اجازت نہیں
جاتا مگر خداوند نے بندے کو یہہ سرفرازی آپ سے بخشی تھی بلکہ بارہا
زبانِ مُبارک سے فرمایا تھا کہ تجھے صدر پروانگی ہی بلا روک توک
چلا آیا کر اِس لئے بندے سے یہہ حرکت ہوئی نہیں تو کیا جُرأت تھی
کہ ایک قدم بھی اندر رکھہ سکتا اب سے فدوی نے توبہ کی ایسی بے ادبی
پھر کبھی نہ ہوگی پھر وزیر اُس دن سے بے اجازت حضور میں نہ آتا لیکن

بادشاہ کے دل پر جو غبار بیٹھا سو بیٹھا کچھ آپ معذرت نے کام نہ کیا
یہاں تک وزیر کے نصیب اُلٹ گئے اور ستارہ گردش میں آیا اتنی
ذرہ کی حرکت میں وہ جانفشانی اور خیرخواہی قدامت سب کی سب
خاک میں مل گئی جان و مال گھر بار سب ہی پر آفت آئی فایدہ اس
حکایت سے یہہ ہی کہ بادشاہوں کے تلوّنِ مزاج سے پُرحذر رہنا چاہئے
کہ ہمیشہ یکساں نہیں رہتا کسی وقت دشنام سے خوش ہوتے
ہیں اور کبھی سلام سے رنجیدہ

اگرچہ بحر میں ہر موج لہر مارے ہی
مگر سلامتی ڈھونڈو تو در کنارے ہی
جو شیر دانت نکالے تو تو ہنسی نہ سمجھ
ہزار خون کے پینے کو مُنہہ پسارے ہی

جو ہو وے قربتِ سلطاں تو خوف اسکے نہ چھوڑ
یہہ سانپ جان کا بیری ہی تیرے پیارے ہی
نہ بیٹھہ تخت پہ محمود گو تجھے بٹھلاوے
ایاز قدر رہی جب تک کہ حد پہچارے ہی
بلند ہو کے گرے سر کے تان وہ آخر
جو سیدھا تیر سا دربار میں سدھارے ہی

پانچواں باب فراست اور تجویز کا

کہتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالی جب حضرت آدم علیہ السلام کو پردۂ عدم سے عالمِ وجود میں لایا اور اپنی قدرت و صنعت آشکارا کر کے روح اسکے جسم میں ڈالی تب جبرئیل یہہ تین چیز عقل و علم و حیا بطریق تحفے کے اسکے نزدیک لاکر بولا ان میں سے تو جسے چاہے اختیار کر یہہ سنکر آدم نے عرض

عقل

عقل کو قبول کیا مگر جبرئیل نے علم و حیا سے کہا اب تم پھر چلو یہہ بولے ہم تینوں
قدیم سے ایک ہی ساتھ رہتے ہیں بھلا اب اِسے اکیلا کہو کر چھوڑیں فرشتے
نے کہا خیر ٹھہرو تب عقل نے دماغ میں اور علم نے دل میں اور حیا نے آنکھوں
میں قرار پکڑا اِسی سبب انسان کو حیوانات پر فضیلت ہوئی اور
عقل ہی کے وسیلے سے اپنے بیگانے دوست و دشمن میں فرق معلوم ہوتا
ہی اور خالق عَلَی الْاِطْلاق کی قدرت بھی اِسی سے دریافت ہوئی
وہ کہاوت ہی خدا دیکھا نہیں پر عقل سے پہچانا پس جس میں عقل
ہووے علم و شرم بھی اُس میں ہونا چاہیئے اور جسکو علم و شرم نہیں وہ
ہیئے کا اندھا اور مت کا ہین ہی

ہووے عقل سے مرد جامع کمالات
مثل ہی کہ اَلْعَقْلُ نِصْفُ الْکَرَامَات

حکایت فضل نام وزیر نے امیر معتصم کی دعوت کی تو ازمہ ضیافت
کا حد سے زیادہ برتن طلائی و نقرئی بڑی تیپ تاپ فرش ستھرے
جیسا چاہئے سب کچھ وہاں مہیّا کیا یہہ کچھہ تجمّل اور تیاری کرّوفر کی دیکھہ
امیر کی آنکھیں کھل گئیں اور بھچک بن گیا آخر بہانہ کے درد کا بہانہ
کرکے وہاں سے اٹھہ کر چلا گیا تب فضل متحیّر رہا اور یہہ حقیقت ایک
دوست سے کہہ سنائی اسنے کہا تو ابھی امیر کے نزدیک جاکر کہدے
میں ایک رقعہ تجھے بھیجتا ہوں تو اسے پڑھنے لگنا امیر پوچھے تو کہنا
یہہ رقعہ حضور کے خانساماں نے لکھا ہی اسباب وغیرہ جزاو کا سامان
چاندی سونے کے باسن فرش فروش جو ضیافت کی تیاری کے لئے
اس غلام کے گھر میں لائے تھے سو اب مانگ بھیجے ہیں آخر اسنے ایسا ہی
کیا تب امیر نے معلوم کیا یہہ اسباب اسکی ذات کا نہیں بلکہ مستعار

مانگتا نگاہی چہرے پر روہت آئی اور مسکرانے لگا فضل اپنے دل میں
خوش ہوا

حکایت امام شافعی سے روایت ہی کہ جب میں
علم فراست کی تحصیل کرنے کے لئے مکے سے شام کو گیا اور کتابیں اس
علم کی ہر کہیں سے بہم پہنچائیں رات دن اس کا محاورہ کرنے لگا
اور سبطرح دستگاہ اسمیں پیدا کی آخر وہاں سے پرتھ گن کر پلٹا
آتے آتے ایک منزل میں اترا تو ایک شخص سرخ رنگ نیلے
دیدے کا وہاں نظر آیا میں نے علم فراست و کتاب کی رو سے دریافت
کیا کہ اس شکل و شمایل کے آدمی سے امیدنیکی کی نہ رکھا چاہیئے
میں اسے سوچ میں تھا جو اسنے بڑی تپاک اور گرم جوشی سے
بڑھکر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور بڑے مان پان سے اپنے مکان پر لا اتارا

اور کھانا پکوا کر گھوڑا پانی کا بھی ہمارے پاس لا رکھا اور گھوڑے کو گھاس دانے سے
آرام دیا لیکن میں اپنے دل میں سخت حیران تھا کہ اتنی مدت ناحق
اس کتاب میں دردسری اٹھائی اور کچھ حاصل نہ ہوا کیونکہ یہہ کتاب
معتبر ہوتی تو ایسا شخص ہم سے مروت نہ کرتا اب اسے دھو ڈالنا چاہئے
تا اپنے پاس اسکا ذکر نہ رہے اور کوئی اسمیں اوقات ضایع نہ کرے
خیر میں تو اسی فکر میں اس رات وہیں سو رہا جب دن نکلا
میں نے کمر باندھ کر چلنے کی تیاری کی اس شخص سے کہا میاں دوست
تو نے ہماری ضیافت میں بغایت محنت کھینچی ہم پر بڑا احسان ہوا
مکے میں کبھی اتفاق ہو تو فلانے مدرسے میں میرے پاس چلے آنا بھلا
ہم سے جو کچھ ہو سکیگا سو ہم بھی تجھ سے نابر نہ ہونگے یہہ سنکر ہنسا اور
بولا کیا خوب آپ کس کھیت کی مولی تھے جو اتنی ترکاری گوشت پلاؤ

قلئے دو پیاز ے نان کلیجے مفت میں چت کر گئے کچھ میں آپ کا غلام نہ تھا
جو اتنی محنت رایگاں اٹھاتا اب نادانی کر کے فضیحت مت ہو جو کچھ
خرچ لگا ہی چپ چپاتے بھر دیجئے آخر ایک فرد پر خرچ جو ہوا تھا اس سے
دو چند لکھ کر مجھے دکھایا اور نہایت ترش ہو کر دام دام بھر لیا تب میں
دل میں شاد ہوا کہ میری محنت ٹیک لگی کچھ اکارت نہ گئی

حکایت ابو محسن دینلی کہتا ہی انطاکیہ میں ایک حبشی
انسان کے دل کا بھید بتا دیتا مجھے یہہ سنکر شوق ہوا کہ اس سے
چلکر ملاقات کیجئے اور بات چیت کیا چاہئے اس ارادے پر میں اس
شہر میں گیا قضا کار مجھ پر وہاں ایسی تنگی ہوئی دو دن تک کچھ
میسر نہ آیا بھوک بشدت غالب ہوئی بازار میں اسی کی تلاش کرتا
ہوا پھرتا تھا اتنے میں وہ کسی پہاڑ سے لکڑیوں کا بھارا سر پر دھرے

بیچنے لایا میں نے نزدیک جاکر کہا ان لکڑیوں کا مول کہہ تو میں خرید کروں
اُسنے کہا صبر کر میں بیچ لوں تو اِسکی قیمت کہوں تب میں کچھ ایک
بڑھکر دوسرے لکڑہارے سے ایک بھارا مول ٹھہرایا اور اُسے دکھلاکر کہا
دیکھہ مجھے ہیزم درکار ہی تو بھی کہہ تو اپنا گٹھا کتنے پیسوں کو دیتا رہتا ہی
تب اُسنے کہا ایعزیز ناحق کیوں مغز پھراتا ہی مجھے معلوم ہی تو نے
دو دن سے کچھہ نہیں کھایا ذرہ صبر کر یہہ لکڑیاں بک جاویں تو تیری
بھی تواضع کروں میں یہہ سُنکر اُسکے پانو پر گر پڑا اور اپنی عین سعادت
سمجھکر اُسکی خدمت میں رہنے لگا

حکایت نقل ہی دو بھائی رستے سے چلے جاتے تھے ایک
شخص راہ گیر اور بھی اُنکے ہمراہ ہو لیا تھوڑی دور بڑھے تھے کہ ایک کوا بولا
اُسنے کہا بہت اچھا وہ دونوں بھائی کھلکھلاکر بے اختیار ہنس پڑے یہہ

مُتعجب ہوا تُنک ایک آگے بڑھے تو ایک بھیڑیا پُکارا اِسنے کہا تیرے مُنہہ
میں متّی پڑے اِن دونوں نے پھر قہقہہ مارا تب کچھہ اور آگے چلے تو ایک لومڑی
اِنکے آگے سے آڑے رستے ہو نکلی ایک بھائی نے دوسرے سے کہا جلد مرکب سے
نیچے اُترکر مشک کا دہانہ کھول دے تب وہ شخص بولا یارو تمھاری اِس
ہنسی اور ایسی حرکت پر مجھے اچنبھا آتا ہی بھلا بیان تو کرو یہہ بولے
اوّل جو زاغ نے آواز دی تو یہہ کہا تمھارے ساتھہ کے آدمی کے پاس سونا روپے
ہیں اِسے مار ڈالو تب تو نے کہا بہت اچھا اور گرگ نے صدا کی اِس
لوّے کا کہنا مت مانو تو نے کہا تیرے مُنہہ میں خاک پس جسنے تجھہ
سے دشمنی کی اُسے تو نے بھلا کہا اور جسنے دوستی خرچ کی اُسے بُرا بولا
اور وہ لومڑی جو ہمارا پاٹ کاٹ کر نکلی اُسوقت ہم مشک کا مُنہہ
نہ کاٹتے تو ہمارے درمیان ایک آگ خصومت کی بھڑکتی پر اُس سے

تھندک رہ گئی غرض دوسرے دن یہہ تینوں ایک گانو میں پہنچے وہاں
ایک بڈھے نے دیکھتے ہی بغیر از سابقہ معرفت اِن تینوں کا جدا جدا نام بول
دیا پھر اُن دونوں برادروں سے بولا تم نے کوے کی آواز اور بھیڑیے کی
صدا بھی سُنی تھی یہہ بولے ہاں پھر بولا روبا بھی دیکھی تھی بولے البتہ وہ بولا
مشک کا سر بھی کاٹا تھا بولے بلے تب وہ بولا جو ایسا نہ کرتے تو تینوں
اپس میں لڑ مرتے غرض یہہ حکایت نادر ہی چنانچہ مُلکِ ہند میں
ایسے شگون اکثر لیتے ہیں

حکایت ایکدن امیر منصور نے شکار جاتے ہوئے دیکھا کہ ایک فقیر
بہ آواز بلند سوال کرتا ہی گھوڑے کی باگ رکھہ کر نوکر سے فرمایا اِس
فقیر کو اسیر کر کے خوب تھوک نوکر نے پکڑ کر جب اُسے خوب کُندی
کیا تو اِسنے بہ لاچاری دس ہزار درم قبول کیئے کہ اِنکے سوا میرے نزدیک

اور کچھ نہیں منصور نے کہا نہیں اب ہی آواز بلند ہی تب اسے پھر مار
پڑنے لگی دس ہزار اور قبولے تیسرے منصور نے کہا اب تلک آواز پست
نہیں ہوئی اسے اور مارو تیسرے مرتبے نوکر جو پل گئے تو اسے مار کر
پتڑا بنا دیا وہ کہاوت ہی مار کے آگے بندر ناچے اسنے دس ہزار اور
بھی اقرار کئے تب امیر نے کہا ای کم بخت تیس ہزار درم ہوتے تو تکر تیرا
بھیک مانگتا ہی پھٹے منہہ تجھے شرم نہیں آتی آخر وہ زر اسکے مہمان سے
لے آئے اور اسکے گذارے کے موافق روزینہ باندھہ دیا اگرچہ بظاہر یہہ ظلم
ہوا پر سزا ویسے حرام خور کی اس سے بھی زیادہ ہی

ہو غریب اور مالدار میں فرق
مال اور می کے ہو خمار میں فرق
ایک آتش ہی مال کا غرہ

کہوں نہ ہو اُس سے خاکسار میں فرق

حکایت دو شخص کسی منزل میں آ اُترے ایک الفتہ جو پہنچا
تو ایک کی ہمیانی اشرفیوں کی جا مدانی میں سے پھاڑ کر لے گیا یہہ دونو
غمزدہ ہو کر یہہ احوال ایک جوان محلہ دار سے بولے اُسنے کہا اگرچہ میں نے
نا نو نکالنے سے توبہ کی ہی پر تمھاری خاطر سے پتا لگا دیتا ہوں
پہلے وہ جگہہ بتلاؤ جہاں سے وہ ہمیانی گئی جب اُنھوں نے وہ جگہہ
بتلائی تب اُسنے کہا میرے پیچھے چلے آؤ یہہ دونوں اُسکے پیچھے ہولئے تھوڑی
دور بڑھکر یہہ انھوں سے بولا بس اب اِس سے آگے تمھارا مال نہیں گیا
یہیں تلاش کرو وہاں ایک اندھا زنگی رہتا تھا انھوں نے اُس سے
پوچھا تو اُسنے صاف انکار کیا تب وہ جوان بولا البتہ وہ مال اُسی
میدان میں ہی خوب ڈھونڈھو جب بہت جُست و جو کی تو ایک

چرسے کے تلے سے وہ ہمیانی نمودہوئی تب یہہ اس جوان سے پوچھے تو نے کیونکر
جانا یہہ اندھا زنگی یہہ حرکت کیا کہا اِس لئے کہ نقش اِسکے پانو کا برابر بیٹھتا تھا کیونکہ
زنگی کا پانو زمین پر جھکر پیٹ بیٹھتا ہی اور اندھا اِس سبب معلوم ہوا کہ راہ ہموار چلا تھا

حکایت ایک شخص کی بائیں آنکھہ پھرکتی تھی وہ کسی طبیب
کی دوکان پر آیا اِتفاقاً وہ طبیب اُسوقت دوکان پر نہ تھا ایک
مسخرہ وہاں بیٹھا تھا اِسنے اُسے طبیب سمجھہ کر کہا میری بائیں آنکھہ پھرکتی
ہی مسخرے نے کہا یہہ تو بہت اچھا ہی تجھے وزیر سے کچھہ حاصل ہوگا یہہ
اس بات سے خوش ہوکر چلا گیا دوسرے دن وزیر مستی کی حالت
میں اِسکے گھر پر سے ہوکر نکلا اِسنے اُسکے گھوڑے کی باگ پکڑلی وزیر
وہیں اُتر پڑا اور اُسکے گھر مہمانی کھائی اور بڑا اِنعام بخشا تب یہہ شخص
دو دینار طبیب کی دوکان پر لے آیا اور کہا یہہ دو دینار تیری نذر ہیں کیونکہ

تیری مبارک فال سے مجھے روزی ملی طبیب نے کہا مجھے اس بات کی
خبر بھی نہیں بولا اسوقت میری آنکھ پھڑکتی تھی تو نے کہا نہیں کہا تھا کہ
وزیر سے تجھے فایدہ ہوگا سو مجھے ہوا یہہ سُنکر طبیب نے کہا خیر اسوقت
میں تو نہ تھا مگر جسنے تجھ سے یہہ بات کہی مطابق تقدیر کے بن پڑی اسیطرح
ایک دوسرے شخص نے اُسی طبیب کی دوکان پر آکر کہا میری سیدھی
آنکھ پھڑکتی ہی طبیب نے غور کی جو چشم چپ وزیر ہوئی تو چشم راست
بادشاہ ہوا چاہئے بولا بادشاہ سے تجھے کچھ یافت ہوگی دوسرے دن
ویسا ہی ہوا کہ بادشاہ نے اُسے بُلوا کر بھاری خلعت بخشی غرض
یہہ نادر ہی کبھی یوں بھی اتفاق ہوجاتا ہی

حکایت کسی بادشاہ نے ایک دانا سے پوچھا کہ رای قوی
تر ہی یا شجاعت جواب دیا شجاعت تیغ بُراں ہی اور رای

سیدھا ہاتھہ جب تلوار اور ہاتھہ دونوں ہی ہوویں تو مرکتے
ہیں سب کچھہ کام رسکیں جو کوئی فقط تلوار ہی سے دلیری کیا
چاہے تو نہ ہوسکے اور ایسا ہی بدون تلوار کے ہاتھہ ہلایا چاہے تو
عبث ہی پس رائے بادشاہوں کو سب چیز پر مقدم ہی

حکایت جب عبدالملک نے رائے کے واسطے معصب
کی طرف قصد کیا اور ملک شام خالی چھوڑا تب روم کے ارکان
دولت قیصر سے بولے پھر ایسا قابو نہ لگیگا کیونکہ وہ تو ادھر جنگ
میں اٹکا ہوا ہی بنے تو ادھر بے کھٹکے اسکا ملک دبالیجئے قیصر نے کہا
تمھاری رائے سر بسر خلاف ہی اور مصلحت سے خطا اب میں
اسطرف مہم کروں تو وہ نقل درپیش آوے جو دولتے ایسمیں لڑتے ہوویں
اس حالت میں سامھنے سے لومڑی ہو نکلے تو اپنی لڑائی چھوڑ اسکے پیچھے پڑیں اور دونوں

ملکر اُسے چیرہ دالیں

حکایت جب امیر نصر تخت پر بیٹھا اور سب ولایت اپنے
قبضے میں لایا اپنے چھوٹی بھائی میر اسمٰعیل کو بخارا کی حکومت دی اِسنے
وہ مُلک خس و خاشاکِ سرکش سے پاک کیا اور سنگِ راہ مُفسد کوئی
باقی نہ چھوڑا شجاعت اور سخاوت سے بڑا نام پیدا تب نصر کے دِل میں
اُسکی طرف سے دغدغہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو سر خود ہو بیٹھے اپنی
حضور میں طلب کا خط لکھا یہہ خط پڑھکر اسمٰعیل نے ایک مُصاحب منصور
نام سے صلاح پوچھی کہ کیا کیا چاہیئے جانا مُناسب ہی کہ نہیں اِسنے کہا
بھائی کے پاس آپکو جانا خوب نہیں کیونکہ بادشاہ بھائی چارے کا کچھہ
پاس نہیں رکھتے اب تو کچھہ عُذر لکھہ بھیجیئے کہا وہ کونسا عذر ہی جو میں
درمیان لاؤں بولا ایسا لکھئے کہ ولایت خالی چھوڑنی سراسر قباحت

ہی

ہی کیونکہ رافع نام دشمن زبردست ملک کی سرحد پر آپڑا ہی لشکر کشی
کرکے ملک دبالیا تو پھر اُسکے پیچھے سے چھڑانا دشوار ہوگا یہہ سنکر امیر نے
کہا تو تو ہی یہہ خط لیکر بطریق ایلچی یہاں سے جا اور اُسکو سب طرح
نشیب و فراز سمجھا بجھا کر پھر آ آخر منصور دستوری پاکر امیر نصر کے شہر میں
پہنچا اور تین دن کے بعد دربار میں اُسنے بارہا تحفہ و شوغات جو ساتھ
لیکر آیا تھا سب نذر گذرانی لیکن قبول نہ ہوئی بلکہ نہایت اعتراض
سے فرمایا میں اسقدر رشوتا نہیں کھاتا اور لالچ میں نہیں آتا خیر اسی میں
ہی کہ جن پانو تو آیا ہی اُنھیں پانو پلٹ کر اسمٰعیل کو حضور میں لے آ
منصور نے دست بستہ ہوکر عرض کی کہ خداوند ملک خراسان میں
رافع نے بڑی جمعیت پکڑی ہی مکان خالی دیکھیگا تو اپنے تصرف
میں کرلیگا یہہ سنکر کہا تجھے اس بات سے کیا میں جانوں اور میرا کام

جانے منصور نے کہا امیر اسمٰعیل کے پاس لشکر بیشمار ہی خصوصاً تیس ہزار
سوار تو خاص پایگاہ کے ہیں اتنا کچھ تیدی دل اس سرزمین میں آیا تو
ملک پامال ہوگا تب تو امیر نصر نے گردن ہلاکر کہا خوب معلوم ہوا
کہ اسکے لشکر سے مجھے ڈراتا ہی بھلا اسے پکڑوا کر سزا دوں تو سہی تب
منصور نے کہا حضور کی اسی میں خوشی ہی تو سب چھوڑ چھاڑ کر امیر اسمٰعیل
اپنی سعادت دارین سمجھ کر قلم کے مانند سر کے بل چلکر خدمت میں آحاضر
ہوتا ہی امیر نصر اس بات سے نہایت خوش ہوکر بولا مجھے بھائی
سے اور کون عزیز ہی پر لوگ جو اسپر گمان رکھتے ہیں جو وہ یہاں آیا
تو سب ظن رفع ہوجاوے اور میری بھی خاطر جمع ہو آخر منصور وہاں
سے پھر کر بخارا میں آیا اور سب ماجرا امیر اسمٰعیل سے کہہ سنایا تب
امیر نے کہا اب کیا صلاح ہی کہا بہتر یوں ہی کہ آپ رافع سے سازش

کیجئے اور امیر نصر کو چار طرف سے تنگ لایئے یہہ بات امیر نے پسند کر کے
کہا یہہ کام بھی تجھہ سے ہی ہو سکیگا جو منصب جانے سو کر تب منصور
کچھہ تحایف لیکر رافع کے یہاں گیا اور ملنے کی درخواست کی رافع نے
آراستہ کر کے بخارا کی سمت کوچ کیا کئی منزل بڑھہ کر ندی کے کنارے آپڑا
تب منصور نے اپنے دل میں بچار کیا کہ یہہ تو اچھا نہ ہوا وہ نقل ہوگی
دو جگہ میں تیسرے کو لاکھہ جب یہہ ایک کو گرا چکا تو دوسرے کا گرانا
اسے کون مشکل ہی امیر نصر اسنے تو زوال تو ہمارے آقا کو کب چھوڑیگا
یہہ سمجھہ کر رافع سے بولا ایک بات خیال میں گذرتی ہی سو استماع
فرما کر نیک و بد پر نگاہ کیجئے یہہ تو ظاہر ہی اگرچہ ان دونوں بھائیوں
میں خصومت واقع ہوئی ہی تاہم ایک لہو اور ایک جگر ہیں
انکی دشمنی تو کیا بھائی کتنا بھی ترش ہو ویں ذرہ میں شیر و شکر سے

زیادہ پھر ایک کے ایک ہو جاتے ہیں مگر تم ایک بیگانے انہیں جاتے ہیں
کہیں وے متفق ہو گئے تو آپکو صدمہ نہ پہنچے بہتر ہی کہ امیر نصر کو ایک
نامہ لکھئے کچھ نصیحت اور کچھ دبدبہ بتایئے تو ان دونوں میں صلح ہو جاوے
اور تمھے دردسری نہ لگے دونوں ممنون رہیں یہہ رائے رافع نے
پسند کی اور امیر نصر کو نامہ اس مضمون کا لکھا تمھارے برادر سے
جو اپنے تئیں یگانگت ہی مدد اور یاوری اسکی اپنے پر لازم ہوئی
اس لئے تمھاری منازعت کے سبب پچاس ہزار سوار جنگی وخونخوار
لوہے کے چبانے والے میں اپنے ساتھ لیکر فلانے تھل پر آپڑا ہوں لیکن
ابتک بھی کچھ بگڑا نہیں بھائی سے بطور صفائی پیش آیئے نہیں
تو لڑائی کا ارمان ہو تو گیند اور میدان موجود ہی جب امیر نصر نے
یہہ نامہ پڑھا تربت بھائی سے صلح کی

غرض ایک رائے تینوں دل سنبھالے
بنا شمشیر دشمن مار ٹالے
کرے تدبیر جو کچھ کب کرے زور
بہ دانش پیشہ ماتھی مار ڈالے

حکایت تواریخ سے ثابت ہی کہ ایکدن جبرئیل ایک پیالہ آب حیات کا حضرت سلیمان کے نزدیک لایا اور کہا حق سبحانہ و تعالیٰ نے تجھے مختار کیا ہی تو یہہ جام نوش کرے تو قیامت تک نہ مرے سلیمان نے جن و انس و حیوانات سے اس بات کی مشورت کی سبھوں نے ایک منہہ ہوکر کہا مبارک ہی پیجئے اور حیات ابدی حاصل کیجئے تب سلیمان نے اندیشہ کیا کوئی اس مشورت سے خالی تو نہ رہا ایک خار پشت باقی رہ گیا تھا سو خیال میں گذرا

اسے بھی بلانے کو گھوڑا بھیجا وہ اسکے ساتھہ نہ آیا تب حضرت نے
کتا بھیجا خارپشت اسکے ساتھہ چلا آیا سلیمان نے کہا مجھے تجھہ سے کچھہ
مشورت منظور ہی بھلا کہہ تو گھوڑے سے کونسا جانور اشراف
ہی اور تو اسکے بلانے سے نہ آیا کتا کہ سب جانوروں سے خسیس و نجس
ہی اسکے ساتھہ چلا آنا کیا سبب بولا گھوڑا اگرچہ شریف ہی پر
بیوفا ہی یہی چاہتا ہی کہ کسی طرح سوار کو گرادے اور کتا ہرچند کہ
خسیس ہی پر وفادار ہی ایک لقمہ کسیکا کھاوے تو ساری
عمر اسکا احسان نہ بھولے تب سلیمان نے کہا ایک جام آبحیات کا
میرے پاس بھیجا ہی اسکے پینے نہ پینے کا میرا اختیار رکھا ہی
سبھوں نے اسکے پینے کی مجھے تجویز دی ہی بھلا تیری اس میں
کیا صلاح ہی پیوں یا رد کروں پوچھا یہہ امر فقط آپ ہی کے لئے
آیا ہی

آیا ہی یا سب عیال و اطفال و عزیز بھی اِسے پیو نیکے فرمایا فقط مجھہ
اکیلے کو اِسکے پینے کا حکم ہی بولا تو اُسکا پینا مناسب نہیں کیونکہ
ہر ایک دوست تمھارے روبرو جب موا تو اُنکے غم و ماتم سے یہہ جان
شیرین تمھے بھی تلخ ہوگی قدیم دوست کوئی نہ رہا تو زندگانی حیف
ہی یہہ بات سلیمان کو پسند آئی وہ شربت پھرا دیا

خضر سی زیست اکیلے ہوئے پائے تو کیا
جو رنگیلا نہ ہو رنگ رلیاں منائے تو کیا
باغ دنیا میں ملاقات عزیزاں ہی بہا
بے گل اندام کے گلچھرے اُڑائے تو کیا

حکایت کہتے ہیں سکندر کے پاس دو غلام تھے ایک کا
نام بشیر اور دوسرے کا اسم نذیر جب کسی پر مہربان ہوکر چاہتا

کہ اُسے سرافرازی بخشے بشیر کے حوالے کرتا اور جو کسی پر ناخوش
ہوکر اُسکے مار ڈالنے کا قصد رکھتا تو نذیر کو سپرد کر دیتا ایکروز ایک
جوان باکمال کیاست و جمال فرست اُسکے منظور نظر ہوا چاہا کہ اُسے
بشیر کو سونپے اور اپنا مقرب بنادے غلطی سے نذیر کے حوالے کیا تھوڑے
دنوں کے بعد بشیر سے کہا اُس جوان کو بخوبی رکھنا میں اُسے اپنا
وزیر بناونگا بشیر نے کہا بادشاہ جس جوان کا ذکر کرتا ہی بندے
کو نہیں معلوم وہ مجھے کب سونپا نذیر اُسوقت موجود تھا بولا وہ
میرے پاس ہی سکندر نے کہا سہو ہے اُسے میں نے تیرے حوالے
کیا خیر جو ہوا سو ہوا اب اُسکا دل میری طرف سے شکستہ
ہوگیا ناچار سیاست اُسے دینی پڑی تو بیوقوفی میری طرف
نہ عاید ہو اور اُسکی شر سے ایمن رہوں

جو ناخوش ہو مقرر فیل لاوے
کوتا سر سانپ آخر میر کھاوے

حکایت جب سکندر ہفت اقلیم پر غالب آیا سب شاہ تخت نشین و سرکش روے زمین حلقہ بگوش و مطیع اسکے تاج و نگین کے ہوئے لیکن اسے شب و روز یہی تشویش تھی کہ سلاطین قدیم سے کسطور پیش آیا چاہیئے جو ملک بدستور انھیں پر برقرار رکھئے تو باغی ہو کر کہیں سانگ نہ لاویں فتنہ و فساد برپا کر کے سر نہ اٹھاویں آخر ایکروز ارسطو وزیر سے مشورت کی کہ ان سب بادشاہوں کو کپا مار ڈالوں اور انکے عوض جا بجا اپنے نوکر مقرر کروں تو میری اطاعت کما ینبغی بجا لاتے رہیں وزیر نے کہا بادشاہوں کا خون کرنا آپ کی شان کے شایاں نہیں بلکہ

لایق یوں ہی کہ ولایت ہر ایک کو موافق اُسکے حوصلے کے
تقسیم کر دیجئے اور اُنمیں ایک سرحد ٹھہرائے تو آپسمیں ایک سے
ایک اپنے دائرے میں دے پر جھگڑتا اور سر پھوڑتا رہیگا اور سودا
بغاوت کا اُنکے دماغ میں نہ بھریگا سکندر نے یہہ رائے پسند کی
اور مُلک قسمت کر دیا چنانچہ یہہ بادشاہ طایفُ المُلوک سکندر
کے بعد ہزار سال اُسی قاعدے کے بموجب چلے گئے

حکایت کہتے ہیں کہ اوایل دُنیا میں دیو ظاہر ہوکے
خلقت کو حق پرستی سے گمراہ کرتے اور عبادت و ریاضت
کرنے نہ دیتے اُنھیں دِنوں میں ایک شخص دیندار بابُل کی
نواحی میں نمود ہوکر زہد و تقوی کے زور سے دیوؤں پر مُسلّط
ہُوا قوّتِ روحانی کے جہاد سے اِن کا میدان صاف کر ڈالا

دینداری کا جھنڈا بلند کیا ساری خلق اللہ نے اسیکے طرف رجوعات
کھائی تب یہہ سب دیو بھاگ کر اپنے سردار جس کا نام گاوپائے
کہتے تھے اُسکے پاس آئے اور غلبہ اِس مرد دیندار کا اُسکے روبرو کہہ
سُنائے تب اسے اندیشہ پیدا ہوا کہ اِس دشمنِ قوی کو
کس فریب سے پتکنی دیجئے آخر اپنے تینوں وزیر جمع کر کے کہا
کوئی ایسی مشورت تجویز کرو کہ یہہ غنیم دفع ہو پہلا وزیر بولا
بزرگوں کا قول ہی یہہ دولت ایک حال پر اور جان ایک
قالب میں سدا یکساں نہیں رہتی جب صاحب دولت کا
اقبال ترقی پر آوے تو گھاس کی مانند پانی کے صدمے اور دھوپ
کی شدت سے دن بہ دن زیادہ ہرا ہو کر طراوت پکڑے
اور ایسا ہی آدمی آفت زدہ کی کوئی یاری دے تو گویا درخت

بے بُنیاد خشک جڑ کو زمین میں بچھلا تھا لے بنا سینچا ہو اُسکا
پھل سوائے یاس کے کچھہ نہ ملا ہوگا کیونکہ خورشید اقبال اس مرد
کا اب اوج سعادت پر جلوہ گر ہی اِسکی ڈوری ڈھیلی
چھوڑ دو جب اِسکے طالع کا پھیر اور وقت زوال کا قریب پہنچے
تو اِسے تکلیف کرنا بڑا ہی آسان ہوگا ابھی صبر کرنا اور منتظر
وقت کے رہنا مناسب ہی جو چڑھا سو پڑیگا دوسرے وزیر نے
کہا رائے وزیر اول کی اگرچہ صلاحیت پر ہی لیکن اسمیں سر بسر
کمزوری وضعف و بے ہمتی نکلتی ہی کیونکہ یہہ دولت ہرچند
خداداد ہی پر بدون جانبازی ہاتھہ نہیں لگتی جراح کامل
اُسے کہتے ہیں کہ قوت علیل کی رکھہ کر علت کے کھونے کی فکر
کرے اس لئے کہ علت زایل ہو تو یہہ بھلا چنگا بن جاوے
پس

پس جب ہم بھی آپ سے آپ اسی عارضے سے گھل گئے تو پھر
ہم سے کیا ہو سکیگا اب صلاح یہہ ہی کہ اِس مخالف سے میدان
میں ہم دو دو ہاتھ لڑیں اور تلوار کے منہہ پر سب حجّت ختم کریں
تو کچھہ جی میں ارمان نہ رہے تیسرے وزیر نے کہا میرے نزدیک تو
یوں ہی جب تک ہو سکے تلوار درمیان لانا اور لڑ بیٹھنا اچھا
نہیں کیونکہ شمشیر دو رویہ ہی اور ایک دہشت دو نوطرف
نہ جانے کس کروٹ اونٹ بیٹھے برتقدیر اِسے مار بھی لیا تو اسکا
بھائی اور کوئی دوسرا موجود ہوگا اور سب خلقت اسکی طرف
گرویدہ ہو جاویگی اور دین کی خاطر جانفشانی بجا لاویگی اِس
سبب بادشاہ کو اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچیگا پھر اُسکا تدارک
بلوۂ عام کو دینا امرِ محال ہی بہتر یہی ہی کہ اُس دیندار کی ضیافت

کیجئے اور کچھ معاملہ اُسے سونپیئے وہ کہاوت ہی انسان کی سونے
کسنے کو معاملہ کسوٹی ہی سی ہیں وہ کھوٹا کھرا معلوم ہو جاویگا
اور اُسکا حُسن و قُبح نکل آویگا یا غلب ہی کہ وہ معاملے ہیں بے دیانتی
کرے اور سب اُسکے مُرید اُس سے بے اعتقاد ہو کر پھر جاویں تو یہہ
شر بے رنج و محنت مت جاوے دیوگا و پائے نے یہہ تجویز پسند
کی اُس دیندار کو اپنے مکان پر مہمان کیا اور رفق و مُدارا سے
درپیش آیا اور کچھ معاملہ اُسکے طرف کر دیا آخر اُس شخص سے
کچھ خیانت واقع ہوئی سب آدمی اِس الزام کے باعث بے عقیدہ
ہو کر پھر گئے اور یہہ اُن دیوؤں کے دام ہیں گرفتار ہوا فایدہ اِس
حکایت سے یہہ ہی عبادت و ریاضت کا دشمن سوائے جاہ و
مال کے دوسرا اور کوئی نہیں اور اکثر اِس زمانے کے زاہد طالب مال و

ایم

سیر جاہ ہیں

اِسطرح مُصطفیٰ سے حدیث آشکارہی
یہہ جاہ و مال گرگ ہیں تقویٰ شکارہی
کہنے کو سب کوئی ہی بصورت خدا پرست
جو رہت معاملہ ہووے وہ دیندارہی
بنا نوے کے پھیر میں آیا سو رہ گیا
جب تک کہ ہاتھہ تنگ ہی پرہیزگارہی
ہر تن پہ یہہ لباس قناعت نہیں ضرور
درویش یا شہنشہ عالی وقارہی
فی الواقع یہہ ہی باعث اقبال بادشاہ
تدبیر مستقل ہی سپہ استوارہی

چھتّا باب وحدانیت کا

حکایت کہتے ہیں کہ یونان زمین میں ایک حکیم اسقش نام پیدا ہوا اُس عہد کے بادشاہ فردوس نام نے اُسکی شہرت سُنکر بُلا بھیجا حکیم سب کتابیں بار کروا کر چل دیا راہ میں چور ملے مال سمجھکر اُنھوں نے قصد کیا کہ اسے مار ڈالیں اِسنے کہا مال کی خاطر مارتے ہو تو جو کچھ میرے پاس ہی لے لو اور مجھے ننگا مُنگا جیتا چھوڑ دو اُنھوں نے یہہ بات نہ مانی خواہ مخواہ چاہا کہ اِسکا کام تمام کر ڈالیں بیچارہ حیران رہ گیا ہر طرف دیکھتا تھا کوئی یار و مددگار نظر نہ آیا مگر ایک جوق گُلنگوں کا ہوا پر اُڑتا ہوا دیکھا پکارا کہ ای گُلنگو میں اِس بیابان میں بیکس و بے بس اِن ظالموں کے پنجے میں گرفتار ہو کر ناحق مارا جاتا ہوں تم مدد کر کے میرے خون کا بدلا اِن سے لیجو یہہ سُنکر چور ہنسے

اور اِس مار ڈالے مال آپسمیں بانٹ لئے یہہ خبر اِس واقعہ کی جب
شہر میں پہنچی بادشاہ اور سب رعیّت وسپاہ نے بڑا افسوس کھایا
اور اُسکے کُشندوں کی تلاش میں لگے رہے بعد مُدّت کے ایک عید
کا دن آیا اور امالی موالی اُس خطّے کے عبادتخانے میں اکٹھے ہوئے
خلایق اطراف کی اُس مجمع میں حاضر تھی وے چور بھی جنھوں نے
اُس حکیم کو مارا تھا ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے
اتنے میں ایک فوج کُلنگوں کی ہوا پر نمود ہوئی اُس انبوہ کے سر
پر آواز کرتی ہوئی منڈلانے لگی چنانچہ آواز کسی باجے گاجے سرنا و نفیری
کی کسی کے کان پڑنے نہ پاتی تب ایک نے اُن چوروں میں سے
دوسرے کی طرف دیکھکر بطریق طنز کے کہا یہہ آواز کُلنگوں کی خون
استقش کا چاہتی ہی وہاں ایک شخص شہریوں میں سے جو اُن کے

نزدیک بیٹھا تھا اُن نے بھی یہہ بات سُنی اپنے اور دوستوں کو
اِطلاع دے اُنھیں گرفتار کرلیا اور بادشاہ کے حضور لائے وہ خون اُن
چوروں پر ثابت ہوا اور اُنھوں نے بھی زُبان سے اِقرار کیا اُسکے
قصاص میں سبکو قتل کرڈالا پس وے کُلنگ سبب اِنتقام خونِ
ناحق کا ہوئے کیونکہ یہہ دیرِ مکافات ہی مثل مشہور ہی پاپ اور
خون سات کوٹھری کے بھیتر کرو تو بھی کوٹھے پر چڑھہ پُکارتا ہی

حکایت ایکروز ایک مُرغ اور ایک جھودی کسی بیابان
میں ہمراہ ہولئے مُرغ مُرفّہ حال لباس معقول پہنے ہوے توشہ وغیرہ
اسباب سفر سمیت ایک شُتر پر سوار تھا اور جھودی کنگال وضع
بیخرچ مُفلس پاپیادہ پانوں کو چندیاں باندھے راہ کاٹتا مُرغ نے اُسے
پوچھا تیرا مذہب واعتقاد کیا ہی بولا میرا دین وملّت یہی ہی

کہ جو خالق مجھے پیدا کرکے روزی پہنچاتا ہی اُسیکے فضل پر میری نگاہ ہی
سوائے اُسکے کوئی معبود و مقصود لایق پرستش کے نہیں وہ نصرت
کرے تو سب کچھ ہو سکے اُسیکے درگاہ سے رات دن پناہ چاہتا
رہتا ہوں اور جو لوگ کہ اپنے ہم مذہب و ہم ملت ہیں اُنکی مدد
معاونت تا بمقدور اپنے پر لازم و واجب سمجھتا ہوں اور اپنے خلاف
دین کا خون و مال میرے نزدیک حلال ہی اور کمک و یاوری
اُنکی مجھ پر حرام پس اپنا عقیدہ تو یہی ہی جو کہہ سنایا بھلا مہربان
تم بھی اپنا اعتقاد بیان کرو تو ہمیں بھی معلوم ہو مغ بولا میرا اعتقاد
تو یہی ہی کہ سب خلقت کے ساتھ بھلائی کرنا کسی کا برا نہ چیتنا
دوست تو درکنار ہو سکے تو دشمن پر بھی احسان کر گذرنا اپنے سے
کوئی بدی کرے تو اُسکی مکافات سے درگذر کر اُسکے عوض نیکی سے

دیکھیں آنا کیونکہ ہر ایک نیک و بد کی جزا خدا دے رہتا ہی جیسا کوئی
کریگا ویسا پاویگا تب جہودی نے کہا تیرا عقیدہ خوب ہی پر
اسپر تو چلتا نہیں مُنہ بولا تو نے کیونکر جانا کہ میں اُس رویہ پر عمل نہیں
کرتا کہا اِس لئے کہ میں تیرا ایک ابنائے جنس ہوں بھلا
دیکھہ تو کس حالت سے بھوکھا پیاسا گرتا پڑتا پانوں ننگے پھپھولے پڑے
اُٹھتا بیٹھتا ہزار محنت سے تیرے ساتھہ چلا آتا ہوں اور تو مزے
سے کھانے پینے کے اسباب ساتھہ لئے اونٹ دوڑائے چلا چلتا ہی
مجھہ سے کچھہ نہیں بانٹ کھاتا اور گھوڑی بھر مرکب پر بھی نہیں چڑھاتا
اِس سے صاف نکلتا ہی کہ تو اپنے کہنے پر ثابت نہیں مرد کو
چاہئے کہ جو کہے سو کرے مُنہ یہہ سُنتے ہی اونٹ پر سے اُتر پڑا
اور سُفرہ بچھا کر اُس جہودی کو پیٹ بھر کے کھانا کھلایا اور کہا اب اونٹ

پر چڑھ لے جو تیری ماندگی رفع ہو بارے جہودی شتر پر سوار ہوا
اور یہہ اُسکے برابر پا پیادہ باتیں کرتا ہوا ہو لیا جب جہودی نے دیکھا
کہ اب تو یہہ تھک چلا اونٹ ٹانک کر اسے پیچھے چھوڑ کہیں کا
کہیں بڑھ گیا اسنے ہر چند منت وزاری کی کہ خدا کے لئے مجھہ
سے مُنہہ مت موڑ اس بیابان ریگستان میں مجھے اکیلا نہ چھوڑ
کہ کوئی درندہ میرے لہو کا پیاسا مجھے اپنا لقمہ نہ کرے یا اس ریتی میں
جوں ماہی بے آب تڑپھ کر پیاس سے میری جان نہ جاوے میں نے
تیرے ساتھہ نیکی کی ہی اُسکے بدلے بدی کرنا تجھے لایق نہیں جہودی
نے کہا کیا میں تجھے پہلے ہی نہ کہہ چکا ہوں کہ اپنے مُخالف دین کا
خون و مال میرے نزدیک شیرِ مادر سے بھی زیادہ حلال ہی
یہہ کہہ کر اونٹ رگید وہاں سے چلتا پھرتا نظر آیا یہاں تک

چمپت بنا کہ اسکی نظروں سے غایب ہوگیا یہہ بیچارہ ہرچند
دوڑ دھوپ کرتا پر اسکی گرد کو بھی نہ پہنچ سکا آخر تھک کر
رہ گیا اور منہہ آسمان کی طرف کرکر کہنے لگا کہ یا الٰہی جو کچھہ میں
نے کیا اس بھروسے کیا کہ تو ہی نیکوں کو ثواب اور بدوں کو
عذاب دینے والا موجود ہی اس میرے حسن ظن کو باطل مت
کر اس دغاباز سے میری داد دے یہہ مناجات کرکے جوں
توں آستے آستے راہی ہوا جب دو ایک کوس گیا تو دیکھا اس
یہودی کو پیٹھہ سے پتک اونٹ گویا اس کا منتظر ایک طرف
کھڑا ہی اور یہہ اس چوٹ سے دو نو شانے چت زمین پر پڑا
ہی کہ اٹھہ نہیں سکتا مغ یہہ حالت دیکھہ ناک گھسنی کر مہار اس
شتر کی پکڑا و چڑھہ بیٹھا اور یہہ قطعہ پڑھتا ہوا وہاں سے روانہ ہوا

کام

کام جو حق کے حوالے ہو نہ دھوکا پاوے
ابرِ رحمت سے کہیں باغ بھی سوکھا پاوے
ناخدا کشتیٔ اُمّید کا جو ہووے خدا
کسطرح باد مخالف سے وہ جھوکا پاوے

تب جہودی نے کہا ای برادر جو میں نے برا کیا تو اپنے واسطے اسکی جزا مجھے مل رہی کہ بند بند توت گئے اور کچھہ نہ حاصل ہوا اور تو بھی اپنی نیکی کا ثمرہ پا رہا کہ تیرا کچھہ نقصان نہ ہوا اب مجھے اس جنگل میں چھوڑنا تیری مروّت و دینداری سے دور ہی اور یہاں تک نالہ وزاری کی کہ مغ کو ترس آیا پھر اونٹ پر بٹھلا کر اُسکے مکان تک پہنچا دیا مثل ہی انت بھلے کا بھلا

حکایت عنیہ نام ایک شخص سے روایت ہی

کہ ایکدن حجّاج ایک گروہ باغی کو سیاست کر رہا تھا چنانچہ ایک مرد
باقی تھا جو مؤذن نے اذان دی تب حجّاج نے مجھ سے کہا اب
وقت تنگ ہوگیا ہی اسے کل سیاست دی جایگی تو اپنے پاس
رکھہ میں اُس شخص کو اپنے ساتھہ لیکر چلا مجھے وہ راہ میں
کہنے لگا توقّع نیکی کی میں تجھہ سے رکھتا ہوں میں نے کہا خدا
توفیق دے تو دریغ نہ کرونگا بولا میں بیگناہ ہوں اس گروہ کا
کچھہ شریک نہ تھا مجھے ناحق گرفتار کیا پر خدا سے اب بھی اُمید
قوی ہی کہ مجھے اس عذاب سے بچالے اگر تو مجھہ پر احسان کرے
اور رات کی رات چھوڑ دے تو میں گھر جاکر اپنے زن و فرزند کو
وصیّت کروں اور اُن سے وداع ہوکر کل علی الصّباح پھر آ
حاضر ہوں میں یہہ سُنکر مُسکرایا کچھہ جواب نہ دیا تب اُسنے

پھر مکرر کہا میرے دل میں آیا کہ اسے چھوڑ دے خدا چاہے تو یہہ کل
آویگا آخر اُس سے قول عہد لیکر خدا درمیان دیکر کل سویرے ہی
آنیکے قرار پر میں نے اُسے چھوڑ دیا جب وہ چلا گیا میں پچتایا کہ ہی
ہی یہہ کیا کیا وہ اپنی جان کے ڈر سے ادھر مُنہہ نہ کریگا اُسکے
عِوَض حُجّاج مجھے مروا ڈالیگا اسی اندیشے میں دِلتنگ میں گھر آیا
اور یہہ ماجرا قبیلے سے ظاہر کیا وہ بھی سُنکر رونے دھونے لگی اور مجھے
لعنت ملامت کرنے کہ کیا تیری عقل ماری گئی تھی جو دوسرے کی
بلا اپنی جان پر لی وہ رات جیسے کوئی سانپ کاٹا لہراتا
رہتا ہی مجھے افسوس و پچتاوے میں کتی کہاں کی نیند اور کہاں
کی بھوک کُڑھتے اور ملول کھاتے وہ شب تمام ہونے آئی مجھ پر گویا
قیامت توتی دیکھتا کیا ہوں کہ وہ شخص روشن ضمیر نور کے

ترکے آموجود ہوا میں نہ متعجب ہوکر اُسکا ہاتھہ پکڑا اور کہا ای
جوانمرد یہہ کیا فتوت ہی کہ تجھے اپنے جان کی پرواہ نہیں بولا
جسنے خدا کو حاضر و ناظر سمجھا ہرگز وعدہ خلاف نہ کیا ہوگا اگرچہ سب
جہان ڈگ جاوے وہ ثابت قدم رہا ہوگا خیر میری جان میں
جان آئی اور حجاج کے روبرو اسے لیگیا اور جو کچھہ احوال بیتا تھا
سچ سچ بخوبی تقریر کیا حجاج بولا یہہ شخص میں نے تجھے بخش اُسی
وقت میں نے اُسے آزاد کیا اُسنے کچھہ شکرگذاری نہ کی اپنا رستا
پکڑا مجھے خیال گذرا کہ مگر یہہ دیوانہ تو نہیں جب دوسرا دن ہوا اگر
نہایت عذر کیا اور کہا کل اِس لئے تیرا شکر میں نے ادا نہ کیا کہ
شکرِ الٰہی کے شریک نہ ہو کل سارے دن فقط شکرِ الٰہی میں مشغول
رہا کہ جو کچھہ ہوا سو خدا کی مدد سے ہوا آج تیری خدمت میں آیا

ہوں تاکہ حق شناسی بجا لاؤں میں نے کہا سچ ہی خدا مہربان
تو کُل مہربان اَلقصّہ بہت سا عجز و نیاز کر چلا گیا

حکایت جب سکندر تمام مُلکِ روے زمیں سر کرتا ہوا
پھرتا تھا ایک نواحی میں پہنچا کہ وہاں کی خلایق پاس متاعِ دُنیوی
سے کچھ نہ تھا گھروں کے آگے قبریں کھود رکھی تھیں وہاں عبادت
کیا کرتے گھاس کھا کر بیٹھے رہتے یہی اُنکی خوراک تھی سکندر نے
وہاں کے بادشاہ پاس آدمی بُلانے بھیجا وہ نہ آیا اور کہا سکندر سے
مجھے کیا کام تب سکندر آپ اُسکے نزدیک گیا اُسے دیکھ کر بولا
تم کس واسطے اپنے پاس کچھ چیز نہیں رکھتے دُنیا کی نعمت ذخیرہ کیوں
نہیں کرتے کہا اِس لئے کہ کسی کی نیت اس سے نہیں بھرتی
پھر پوچھا یہہ قبریں کس لئے کھود رکھی ہیں کہا ایکدن آخر

ہماری یہی منزل ہوگی پھر پوچھا گھاس کسواسطے کھاتے ہو کہا مزیدار
کھانے سے پیٹ بھرنا ہمیں نہیں بھاتا کیونکہ لذت حلق تک ہی
وہ کہاوت ہی اُتری گھاتی ہوئی ماتی یہہ کہہ کر ایک کھوپری
اُٹھا سکندر کے آگے رکھہ دی کہ یہہ کھوپری بادشاہ بیداد ستمگار کی
ہی کہ خلق اللہ پر ظلم کرتا آخر خدا نے اُسے مار کر اُس سے دوزخ بھرا پھر اور
ایک دوسری کھوپری سامھنے رکھہ دی کہ یہہ بادشاہ عادل خدا
ترس عابد تھا خلقِ خدا کو دامنِ دولت کے سائے میں عدل و انصاف
داد و دہش سے پرورش کرتا آخر اُسے بھی اس موت نے نہ چھوڑا
مار کر خاک میں ملا دیا اُسکا تن گل کر متی کا متی میں مل گیا غرض اس
گردشِ فلک آسیا رفتار کے نیچے اگر کوئی سلامت نہیں رہا ایکدن
اسی طرح تیرا بھی حال ہوگا جب روح قالب سے نکلی کسے معلوم

اُسپر کہا بیتتی ہی سکندر یہہ سُنکر بے اختیار رونے لگا اور بولا
جو تجھے رغبت ہو کہ میری مصاحبت میں رہے تو اپنے قلمرو سے
نصفی مُلک تیرے حوالے کروں اُسنے کہا یہہ سب خلقت اسی
مال و مُلک کے باعث تیری دشمن ہو رہی ہی اور قناعت کے
سبب سب رعیت میری دوست ہی مجھے منظور نہیں کہ میرے
دوست اِس مال کے باعث میرے دشمن ہو جاویں سکندر
یہہ سُنکر یہہ مضمون بولتا ہوا وہاں سے وداع ہوا

کھوپری جو گور سے نکلے کسے پہچان ہی
یہہ کوئی کنگال ہی یا شاہِ عالیشان ہی
ذات جسکی ہی بقا اور مُلک جسکا ہی قدیم
بادشاہت اُس غنی کو سب طرح شایان ہی

حکایت کہتے ہیں کہ امیر مہدی کے عہد میں بڑا کال پڑا
کہ آدمی آدمی کو کھاتا غریبوں کا جی نکلا جاتا تو کُل کا قدم ڈگ چلا
خوشی نے ایک طرف کنارا پکڑا آفتاب کے گرد ے کے سوا گردانان کا
نظر نہ آتا لختِ دل و خونِ جگر مُفلسوں کی خوراک تھی امیر نے
ہر چند کہ فی سبیل اللہ خزانے کا مُنہہ کھول دیا اور ڈھیر کے ڈھیر غلّے کے
خیر خیرات کے راہ پر انبار کروا دئے لیکن قحط کم نہ ہوا اسی سبب
امیر کو خلقت کی یہہ حالت دیکھہ کر اپنی بھی جانِ شیریں تلخ معلوم
ہوتی اور پیٹ بھر کر نہ کھاتا نہ چین سے بچھونے پر سوتا ایکروز بستر
پر حیرت و حسرت زدہ سا لیٹتا ہوا تھا خادم مُتھیاں بھر رہا تھا
فرمایا کہ کوئی کہانی کہہ تاکہ دل بہلے خادم نے کہا غُلام کی کہانی
شہنشاہ کی سماعت کے کب لایق ہے جیسوتی سُلیمان کے

پیشکش

پیشکش کیا گذرانے فرمایا مضایقہ نہیں جیسی تجھے یاد ہو بیان کر
خادم کہنے لگا کہ ہندوستان کی سرزمیں کے کسی بیابان میں ایک
شیرنی رہا کرتا اور سب درندے اس جنگل کے اسکی خدمت میں
بخوبی حاضر رہتے جو یہہ شیر شکار کرتا تو اسکے بچے بچائے سے
یہہ بھی اپنا پیٹ بھر لیتے ایکدن ایک لومڑی نے اس شیر سے
کہا تو ہمارا بادشاہ ہی اور ہم تیری رعیت بادشاہ پر رعیت
کی رعایت سب صورت سے واجب ولازم ہی اب مجھے
ایک سفر درپیش آیا ہی بغیر جانے کے بن نہیں پرتی مشکل تو
یہہ ہی کہ ایک بچہ جنی ہوں اس ننھیں ننھوا دکو کسے سونپ
جاؤں چاہتی ہوں کہ وہ بچہ تیرے سپرد کروں تو تو اسکو
محافظت سے اپنی پناہ میں رکھے کسی دشمن کا جنگل اس تک

نہ پہنچنے پاوے شیر نے یہہ بات قبول کی روباہ اپنا بچہ اُسکے
حوالے کر کے کسی طرف چلی گئی شیر نے اُس بچے کو اپنی پیٹھہ پر بٹھلا
لیا تاکہ کوئی درندہ اُسے گزند نہ پہنچاوے ناگاہ ایک عقاب ہوا
پر اپنا طعمہ تلاش کرتی ہوئی اُڑتی پھرتی تھی اُسکی نگاہ اس
لومڑی کے بچے پر پڑی شیر کی پیٹھہ پر سے جھپٹا مار کر چنگل میں پکڑ
اُس بچے کو ہوا پر لے اُڑی جب لومڑی سفر سے پھر آئی بچے کو نہ دیکھا
شیر سے بولی یہہ کیا تو نے اپنا ذمہ کیا تھا کہ میں تیرے بچے کی حفاظت
قرار واقعی کرونگا شیر نے کہا البتہ میں نے ذمہ کیا تھا کہ کوئی جانور
زمین کا اُسکا قصد نہ کرنے پاویگا جو بلائے ناگہانی آسمان کی طرف سے
نازل ہو تو میرا ذمہ نہ تھا امیر نے جب یہہ کہانی یہاں تک سُنی
اُٹھہ بیٹھا اور رو رو کر جناب کبریائی میں التجا کرنے لگا کہ الٰہی جو کچھہ

فتنہ

فتنہ و فساد زمین سے اُٹھے تو اُسے تدبیر سے دفع کروں مگر قضاے آسمانی
و قدرتِ یزدانی میں بندے ناچیز سے کیا ہو سکتا ہی آخر خُدا کے
فضل و کرم سے وہ قحط چند روز میں دفع ہوا

فی الحقیقت میں خُدا رکھتا ہی اپنا اختیار
وہ ہی ناداں جو کوئی بلتا ہی اپنا اختیار
کس سے ہو سکتا ہی جو ہونے نہ دے موے سفید
جسم تک بھی چل نہیں سکتا ہی اپنا اختیار

حکایت کہتے ہیں نظام الملک وزیر ملکشاہ کا پہلے نہایت
مُفلس تھا باورچیخانے کے داروغی پاس آکر نوکر ہوا تھا وہ اِسی حساب
کرنے کے واسطے دیوان کے یہاں بھیجا کرتا دیوان نے جب اُسکی چال
ڈھال موقع پر دیکھی اپنے نزدیک پیشکاری پر رکھا پھر چند روز

میں اسے اپنا نایب بنایا اتفاقاً دیوان سخت بیمار پڑا تھا کہ بادشاہ
کو سفر درپیش ہوا فرمایا کہ اُسکا نایب اُسکے بدلے ہمارے ساتھہ
چلے نظام الملک کے پاس کچھہ لوازمہ سفر کا مُہیّا نہ تھا اور نہ دیوان سے
اُس حالت میں کچھہ کہہ سکتا نہایت مُتحیّر ہوا اُسی حیرت
میں ایک مسجد میں جاکر نماز پڑھہ کے ایک ستون سے لگ کر
سر زانو پر دھرے سوچ میں بیٹھا تھا کہ ایک اندھا لاٹھی ٹیکتا ہوا مسجد
میں آیا اور پکارا کہ مسجد میں کوں ہی یہہ چپ رہا اِسیطرح
اس نابینا نے کئی مرتبہ آواز دی پر اسنے زبان نہ ہلائی پھر اندھے نے
عصا پھرا کر ساری مسجد ٹٹولی پر یہہ اپنے تئیں بچائے ہوئے اِدھر اُدھر
کھسک جاتا جب وہ خوب احتیاط کر چکا اور سمجھا کہ اب تو یہاں
کوئی نہیں مسجد کا دروازہ بھیڑ دیا محراب کے نزدیک سے

فرش اُلٹ اینٹ سرکا کر ایک کُتیا زمین سے نکالی اُسمیں ہزار
اشرفی تھیں اُنھیں اُلیٹ کر تھوڑی دیر اُن سے کھیلتا رہا پھر اُسی
کُتیا میں وہ زر ڈال کر اُسی جگہہ رکھہ اُسپر اینٹ بٹھا بورئے سے
بدستور چھپا کر آپ باہر چلا گیا نظام الملک وہ زر نکال کر اُس سے
باربرداری اونٹ گھوڑے خیمہ و سامان وغیرہ تجمّل دُرست کر کے
سُلطان کی رکاب سعادت میں روانہ ہوا ہر وقت کی حضور
باشی سے روشناس ہوگیا جب سفر سے مُراجعت کئے دیوان کی
رحلت ہوچکی تھی اُسی کے نام دیوانی مُقرر پائی اُسمیں کچھہ اور
خیرخواہی بن پڑی تو درجۂ وزارت کو پہنچا ایک روز شہر کے
بازار میں چلا جاتا تھا اُسی اندھے کو رستے پر گدائی کرتے ہوئے
شکستہ حال بیٹھے دیکھا اپنے ساتھہ بُلا لاکر خلوت میں اُسے پوچھا

کہ تیرا مال جو جاتا رہا تجھے پایا اندھے نے یہہ سنتے ہی کوتوال کا
دامن پکڑ کر کہا ماں ابھی ملا پوچھا کہو کر بولا اس لئے کہ میں نے
یہہ بھید کسو سے نہ کہا تھا تو نے جو مذکور کیا تو معلوم ہوا کہ یہہ کام
تیرا ہی ہے تب وزیر نے وہ زر اُسے دلوایا اور اپنی طرف سے
ایک گانو اُسکی ملک کر دیا پس اس حکایت سے یہی نکلتا ہے
کہ جو خدا چاہے کہ کسی کو دولت بخشے اُسکا اسباب بے رنج و سعی
میسر کر دیتا ہے

حدیث نبی یاں یہی ہے خیر
ہر ایک کام موقوف ہے وقت پر

خدا کو اگر خیر منظور ہو
سبب اُسکا پیدا کرے پیشتر

تو کل

توکّل سے زانوے اُشتر کو باندھ
تو فضلِ الٰہی پہ رکھیو نظر
قناعت پہ ثابت قدم ہو کے چل
نہیں اس طریقت میں خوف و خطر
حریصوں کو کاتے سگِ ناتواں
قدم مردِ قانع کا لے شیرِ نر

ساتواں باب مُصاحبوں کا

حکایت کہتے ہیں عضدُالدّولہ وزیر کا عبدالنام ایک ندیم تھا نیک خو رمز گو شیریں سخن پاکیزہ لباس لطیف طبع نکتہ رس ہر ایک سرزمیں کی زبان سے واقف سب مُلکوں کی حقائق سے آگاہ قرآن و حدیث کی معنی و دقایق سے مُطّلع علمِ موسیقی

میں کمال شناخت نظم و نثر میں قابل ہر ایک کسب و ہنر میں کامل
گنجیفہ و تختہ نرد چوپڑ و شطرنج میں یار شاطر مشہور و منصوبہ میں
بے نظیر رائے و بلند خاطر

ندیم اگلے زمانے کے تھے ہر ایک فن میں
ولیکن رہ گئے اس دور مسخر این میں

ایکروز وزیر خوبسی شراب پیا اور سب ندیموں کو بھی بہت
سی پلائی کہ ہر ایک کیفی بن کر بیہوش ہو گیا تب وزیر نے عباد سے
پوچھا نشہ کس قدر پیا چاہیئے بولا اتنا کہ جس میں طبیعت پر سرور
رہے مستی و ہشیاری کے درمیان ہو

نہ اتنا بڑھے جو تو نادان ہو جائے
نہ اتنا گھٹے طرب نقصان ہو جائے

پھر وزیر نے

پھر وزیر نے پوچھا کہ ظہورِ شراب کا کس عہد میں ہوا بولا کہ حضرت
آدم علیہ السلام سے ہزار سال کے بعد جمشید بادشاہ فلک اشتباہ
بافرّ و جاہ تختِ بادشاہت پر جلوس فرمایا روے زمین کو اپنے
قبضے میں لایا جنّ و شیاطیں کو مُسخّر کیا روئی و ریشم کے تار نکلوا کر
کپڑا بُنوایا خلایق جو برہنہ تھی اُن کے ستر پوشی کے واسطے سی سا کر
سب کو پہنایا ہر ایک پیشہ و صنف کی خلقت کو جُدا جُدا بسایا
جا بجا عماراتِ عالی بنوائی تو گھروں میں رہنے لگے تب جو کوئی
زاہد عمارتِ دُنیا سے کنارا پکڑتا انھیں پہاڑوں میں عبادتخانے
تعمیر کروا دیئے لشکر کو ماہانہ مُقرّر ٹھہرایا الگ بازار سے اُتارا تاکہ
ہر وقت مُستعد رہیں کچھ فتنہ و فساد نہ اٹھنے پاوے حکیموں و
عالموں کا مراتب بُلند کیا تاکہ سب کو نئی علم سیکھیں رعیت کو

زراعت کی طرف ترغیب دی کہ آبادانی اور خراج روز افزوں
ہووے کیونکہ رعیت بادشاہوں کی پشت و پناہ ہی وہ کہا
ہی بازرکھے کھیت کو اور کھیت رکھے بازکو

رعیت ہی جڑ اور سلطان جھاڑ
رہے جھاڑ جڑ کے سبب برقرار

اور ہر ایک جواہر قیمتی کان سے نکالا عطر عود عنبر مشک وغیرہ
خوشبو ظاہر کی ہر ایک چیز کا تجربہ کیا ہر ایک جڑی بوٹی میووں
کی تاثیر و مزہ دریافت کر کے خواص مقرر کئے جابجا باغ لگائے اور شجر تاک
بھی اُن میں بتھائے جب انگور اُسکو پھل لگا اُسکی لذت سب میووں
پر شرف لیگئی تب جمشید انگور سے نہایت رغبت رکھنے لگا لیکن
جو باد صرصر موسم خزان اُسکی تروتازگی میں خلل لاتی ایام سرما میں

اُس سے فایدہ میسّر نہ ہوتا اِس لئے کچھہ اینک انگوروں کا شیرہ
نکلوا کر اینک گھڑے میں بھر رکھا تا کہ یہہ ہمیشہ کام آوے جمشید
ہمیشہ آکر وہ گھڑا دیکھا کرتا یہہ شیرہ خود بخود جوش کھا کر پھیس کر
لایا خوب سا اونٹ کر رہ گیا تب جمشید نے چکھنے کی خاطر اُسے
جیبھہ پر رکھا تو تلخ معلوم ہوا اور مزہ جو اُسمیں پہلے تھا بالکل جاتا
رہا اُسوقت اِسکے خیال میں گذرا کہ یہہ مُقرّر زہرِ قاتل ہی
پس اُس گھڑے کا سر باندھہ کر رکھہ چھوڑا جمشید کے محل میں اینک
کنیزک صاحب جمال حُسن و ملاحت میں بیمثال تھی قضا کار
اسے عارضہ دردِ سر کا پیدا ہوا یہاں تک کہ بے تاب ہوئی
جاتی اور رات دن اُسی دردِ سر کی آہ و زاری جہاں تک کہ حکیم تھے
اُسکا علاج کر گذرے کسیکی دوائی کارگر نہ ہوئی جو اثر کرے آخر لاچار ہو کر یہہ

نزدیک اپنے جان دینے پر تیار رہوئی اپنے دل میں یہی سمجھا کہ بہتر
یوں ہی جو میں اُس زہر ہلاہل سے تھوڑا سا پی جاؤں تو
اِس جاں کندنی کے عذاب سے چھٹکارا ہو

تندرستی ہزار نعمت ہی

پارے اُس گھوڑے کا مُنہہ کھول ایک جام بھر کر چڑھا گئی کچھ خماری
گئی اور درد سر بھی کم ہوتا چلا پھر ایک قدح اور بھی بھر کر کئی ایک گھونٹ
لئے تو طبیعت کو فرحت ہوئی اسیطرح جب پانچ چار پیالوں کی
نوبت پہنچی غلبہ نیند اور نشے کا ہوا آٹھ پہر بے سُدھ غفلت میں
پڑی رہی جب ہوش آیا تو بھلی چنگی ہوگئی وہ عارضہ مُطلق جاتا
رہا تب اِس کنیز نے یہہ واردات جمشید کے حضور میں گذارش کی پھر
جمشید نے جشن کیا اور ارکانِ دولت و اعیانِ سلطنت اکابر و اہل

فن امیر وزیر اُس محفلِ نشاط میں جمع ہوئے حکیم حاذق و طبیب کامل
بھی اُس بزمِ طرب میں موجود تھے تب اوّل دورِ می نوشی کا وہاں
چلا اور جام صُراحی کو گردش میں لائے اور گزک کئی قسم کی مُہیا
ہوئی حکیم اُسکی مذاق و کیفیت و قوّت و حلاوت سے اِستقدر
حظ اُٹھا کر جو واقف ہوئے تو اُسکا نام شاہ دارو رکھا اکثر ہر ایک
مرض و عِلّت پر اُسے عمل میں لاتے اور فایدہ اُس سے اُٹھاتے فی الواقع

شاہ دارو شراب ہی لیکن
جب تلک اعتدال پر ہو وے
میخوری کا بھی ایک موقع ہی
نہ کہ بھنگی کلال پر پیوے

اسی صورت سے ہر ایک بادشاہ کے عہد میں ہر ایک شخص کو بادہ نوشی کا

سو دا تھا سب کوئی شراب میں سرشار رہتا مگر جب کیقباد کی
بادشاہت کی نوبت پہنچی یہہ ایکدن سیر کرتا ہوا کسی صحرا
میں پھرتا تھا وہان کیا دیکھتا ہی کہ ایک آدمی مست بیہوش شراب
کے نشے میں غلطان ہی اور ایک کوا اسکی آنکھیں اپنی چونچ
سے نکالتا ہی یہہ مارے بیخودی کے اُسے نہیں ہنکالتا یہہ حالت
دیکھکر کیقباد نے ساری اقلیم میں منادی پھروادی کہ آج
سے کوئی شراب پیا یا اُسکا نام لیا تو اُسکا گھر بار سرکار میں ضبط ہو
جاویگا اور اُسکو بڑی سیاست ہوگی تب کوئی مارے ڈر کے نشے کی
بات زبان نہ لاتا پینے پلانے کا تو کیا ذکر ہی ایکروز ایسا اتفاق ہوا
کہ ایک شیر قید خانے سے باہر نکل بھاگا آدمی اُسکے روبرو سے
ہرن ہوگئے کسکو مجال نہ تھی جو اُسے پکڑے یا اُسکے نزدیک جاوے

اتنے میں ایک جوان اُٹھہ دوڑا اور اُس شیر کو ایسا گہہ کر مضبوط
پکڑا کہ ہلنے نہ دیا۔ اسمیں شیر بان آن پہنچے اُسے پنجرے میں بند کر ڈالے
یہہ خبر سُنکر کیقباد نے اُس جوان کو بُلا بھیجا اور سبب اُسکی جُرأت
کا پوچھا۔ وہ بولا میں ایک مُدت سے اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق ہوں
اُسیکی مُحبّت میں مرتا ہوں صبر و قرار کھوکر اُسی تصوّر میں دن
بھرتا ہوں لیکن مُفلسی کے باعث چچا اپنی لڑکی مجھے نہیں دیتا
وہ کہاوت ہی دُنیا ہی اور زر ہی

زر سے ہی سب بڑائی زر سے ہی آشنائی
زر سے ہی خویش و بھائی زر سے ہوئے سگائی
جو کچھہ کہو سو زر ہی

آج اُسکی آتشِ اشتیاق ایسی بھڑکی کہ سب تن بدن میں شُعلے

بھبک اُٹھے تب میں نے تھوڑی سی شراب پی لی تاکہ اُسکے خمار میں
کچھ غم غلط ہو اور دل پیچھے پڑے یہہ سُنکر کیقباد نے پھر مُنادی پھروائی
کہ مد اتنی پیا جاہیئے جو باگ پکڑ سکیں نہ اتنی کہ زاغ دیدے نکال لیوے
پھر اُس جوان کو سرکار سے مالا مال اور نہال کر دیا جو اپنے محبوب سے
کامیاب ہوا سچ ہی

شاہ جسکے تئیں بُلاتے ہیں
اُسکو محروم کب پھراتے ہیں
مُقبلوں کی نگاہ ہی پارس
پل میں آہن کو زر بناتے ہیں

لیکن جب نوبت شریعت اسلام کی پہنچی شراب پینا مُطلق ممنوع ہوا
کیونکہ اہل عرب اکثر خشک دماغ و تُند خو ہوتے ہیں اور نخوت و غرور

کی بو انکے مغز میں سمائی رہتی ہی یہہ نشے کی حالت میں اپنے سے باہر
ہو جاتے آپسمیں خانہ جنگی کرتے فتنہ و فساد درمیان لاتے اور نماز
بیجگانہ جو فرض ہی ان سے ادا نہ ہو سکتی اور ذکر الٰہی ہر وقت
نہ کیا جاتا اسی سبب حق تعالیٰ نے اپنی کمال حکمت سے شراب
دین محمدی پر حرام کی

اہل اسلام کو نہیں شایاں
جو کہ ہو وے شراب میں غلطاں
ہوشمند اسکو کب قبول کرے
فایدہ جز ہنوا اور کل نقصاں

غرض ندیم نے جب یہاں تک حکایت پہنچائی وزیر نے یہہ تواریخ
بہت پسند کی اور اسے خلعت بخشا چنانچہ امیر مامون کا دستور

OFFICE
DOMAINE
BRANCH
GERMAN

تھا ہفتے میں ایکروز عالموں کی مجلس جمع کرتا اور مسئلہ مسایل اُن
سے پوچھتا ایکروز مجمع ہورہا تھا کہ ایک فقیہ کہنہ لباس سے وہاں
اگر صف زیرین میں بیٹھ رہا مامون نے ایک مسئلہ پوچھا ہر ایک نے
اپنے علم کے موافق جواب دیا لیکن اسنے ایسا جواب دیا جو سب
حاضران مجلس کو پسند پڑا امیر نے مہربان ہوکر اسے تھوڑا اوپر
بٹھایا دوسرا اور مسئلہ پوچھا اسکا بھی جواب باصواب پایا
اسے کچھ اور اوپر بٹھلایا تیسرا اور مسئلہ پوچھا اُسکا بھی جواب
معقول دیا پھر تو امیر نے اسے اپنے نزدیک جادی سب عالم جب
رخصت ہوئے اسے بٹھلائے رکھا کہ مجھے کچھ کہنا ہی اتنے میں اُس مخلل
دور شراب کا چلا اسنے تب کھڑے ہوکر کہا کہ امیر نے اپنی قدردانی
سے مجھ کنگال شکستہ حال کو ذرہ سی عقل کے سبب اتنے درجے کو
پہنچایا

بچایا اب میں ڈرتا ہوں کہ اس شراب کے پینے سے عقل سب
نہ ہو جاوے کچھ ایسی حرکت صادر نہ ہو جو جہاں پناہ کو پسند نہ آوے
امیر نے یہہ سُنکر اُسے معذور رکھا اور ہزار دینار بخشے فایدہ اس حکایت
سے یہہ ہی کہ شراب امیر کے روبرو پینا بے ادبی سے خالی نہیں
اور علم سیکھنا سب سے بہتر ہی کسی وقت کام آتا ہی
حکایت ایکدن نوشیروان نے وزیر سے پوچھا جہان میں
سب چیز پر مُقدم کیا ہی جواب دیا عورت اور موت اور
حاجت پوچھا کیونکر کہا عورت نہ ہوتی تو تو کہاں سے پیدا
ہوتا اور موت نہ ہوتی تو یہہ سلطنت تجھے نہ پہنچتی اور حاجت
نہ ہوتی تو میں تیرے سامھنے کیوں کھڑا رہتا
حکایت ایک برہمن نے کسی راجا سے کہا دانا کو چاہیے

کہ تین کام کرے تو چین سے زندگانی بسر ہو پہلے یہہ کہ زبردستوں
کی تواضع تعظیم بجالاوے اور بہادروں سے رفق و مدارا رکھے اور
زیردستوں کو انعام بخشے جیسا کہ نقل ہی ایک گیدڑ نے کسی جنگل میں دیکھا
کہ ایک خوک موا پڑا ہی ہرچند یہہ بھوکا تھا پر اندیشہ کیا کہ شاید یہ طعمہ
شیر کا ہو اسے جلدی کر کے کھا جاؤں تو وہ مجھے ہلاک کریگا بھلا
دیکھ تو لیا چاہیئے کہ یہاں کوئی دشمن ہی کہ نہیں تھوڑی دیر میں
دیکھا کہ ایک شیر چلا آتا ہی شغال نے بڑھ کر اسکا استقبال کیا مؤدب
حضور میں کھڑا رہا شیر نے پوچھا کہ کچھ طعام یہاں میسر ہی
بولا جہاں قدم مبارک آویں کس چیز کی کمتی رہے پر میں جانتا
ہوں کہ بادشاہ کی طبیعت غذاے لطیف کی طرف اکثر مایل ہی
جب تلک اپنے ہاتھ سے حلال نہیں کرتا نوش جاں نہیں فرماتا

مُردار سے پرہیز رکھتا ہی یوں تو ایک خوک سقط ہوا یہاں پڑا ہی
شیر یہہ سُنکر خوش ہوا اور بولا وہ میں نے تجھہ ہی کو بخشا یہہ کہہ کر
چلا گیا شغال نے سوچا ذرہ اور ٹھہر کوئی اور دشمن تو نہیں
اتنے میں ایک چیتا آیا اسنے اسکی بھی پیشوائی کی اور کہا کہ شیر
ایک خوک شکار کر کے مجھے رکھوالی چھوڑ گیا ہی اسکے پانو کے نشان
بھی زمین پر موجود ہیں چیتا وہ نقش پا شیر کے دیکھتے ہی چلتا ہوا
وہیں ایک بندر آیا گیدڑ نے اُسے ضعیف سمجھہ کر دل میں کہا
اب حیلے کی کچھہ حاجت نہیں بلکہ مُروّت یہہ ہی اس بیچارے کو
محروم نہ کیا چاہیئے تھوڑا گوشت اُسکے آگے ڈال دیا اور باقی آپ
چٹ کر گیا کہاوت ہی جیسا مُنہہ ویسی ہی تھپیڑ

حکایت کہتے ہیں کہ کسی جنگل میں ایک شیر رہا کرتا

اور وہاں تین اژدہے بھینسے ایک سفید دوسرا سیاہ تیسرا سرخ یہہ بھی
سکونت رکھتے یہہ جو اُن پر قصد کرتا تو تینوں متفق ہو جاتے اسکا
قابو اُن پر نہ پر سکتا ایکروز سفید بھینسا کہیں گیا تھا شیر نے سیاہ
و سرخ بھینسے سے کہا مجھے ڈر ہی کہ سفید بھینسا ہمیں فضیحت کریگا
کیونکہ کوئی آدمی اِدھر آنکلا تو اس رنگ کے سبب ہم پر آفت آویگی
صلاح یہہ ہی کہ تم کہو تو اُسکا دغدغہ متا دوں اُسے مار ڈالوں
تو ہم تینوں بے کھٹکے یہاں رہا کریں وے راضی ہوئے جب وہ آیا
شیر نے جھپٹ کر اُسے لے ڈالا تھوڑے دنوں کے بعد شیر نے لال بھینسے سے
کہا ہم تم دونوں ہمرنگ ہیں وہ کہاوت ہی ہمرنگ ضرر رہتا
یہہ کالا غیر جنس بیگانہ معلوم ہوتا ہی اسکو اپنے میں رکھنا عیب ہی
کہے تو اسے کوت ڈالوں پھر ہم دونوں بیفکر مزے سے رہینگے اُسنے

اضافی

رضا دی جب کال بھینسا آیا شیر نے اُسکا بھی کام تمام کیا کئی دن کے
بعد شیر بھوکھا ہوا اور لال بھینسے کے گوشت پر دانت رکھا قصد
لیا کہ اُسے مار ڈالے تب اُسنے حیرت زدہ ہوکر کہا میں تو اُسی دن
ہی مرچکا تھا کہ تو نے سُپید بھینسا مارا تھا سچ ہی ہوت ایسی ہی بلا ہی

حکایت ایک شخص نے افلاطون سے کہا کہ آج فلانا آدمی
تجھے سراہتا تھا حکیم نے یہہ سُنتی ہی سر نیچے کر لیا اور نہایت اندیشے
میں گیا تب اُسنے کہا ای حکیم تجھے کیا اندیشہ پڑا میں نے تو کچھ بُری
بات نہیں کہی جواب دیا تیری بات کا مجھے فکر نہیں پر سوچتا ہوں
کہ مجھ سے ایسی کیا بیوقوفی ہوئی جو اُس جاہل کے پسند آئی

جب تلک نادانی نہ ہووے دانائی پسند نہیں کرتا

آٹھواں باب حیا و عفو و ہمت و صبر و اخلاق کا

حکایت امیر مامون کے عہد کا ذکر ہی کہ ایک اعرابی ریتلے
تھل میں رہا کرتا سب کوئے اُس نواحی کے کھارے تھے پانی آسمان
پر سے بھی برستا تو شورِ زمین کے سبب کھارا ہو جاتا وناں کی خلقت
نے میٹھے پانی کا مزہ مطلق نہ چکھا تھا قضا کا رو ہاں کال پڑا ہر کوئی
کہیں کا کہیں نکل گیا اس اعرابی نے بھی اُس دیس سے مساوت
اختیار کی چاہا کہ امیر کے پاس التجا لیجاوے امیر اُن دنوں کوفے
کے قرب جوار اب آبِ فرات شکار کھیل رہا تھا جب یہہ اپنی حد سے
باہر نکل کس کھیڑے کے نزدیک پہنچا دیکھا ایک دبرے میں پانی بس
کر اکٹھا ہو رہا ہی اسنے اُسمیں سے کچھ پیا تو اچمبھا کیا کہ جگ میں
ایسا بھی میٹھا پانی ہوتا ہی ہو نہ ہو یہہ نیر مقرر بہشت کا ہی
پروردگار نے میرے خاطر جنت سے اُتارا بہتر یہہ ہی کہ یہاں سے

مثنوی

مشک بھر کر تحفہ امیر کے پاس لیجاؤں البتہ وہ خوش ہوکر مجھے انعام
دیگا آخر وہ آب لیکر امیر کی خدمت میں پہنچا پوچھا تو کہاں سے
آیا کہا فلانے ضلع سے اور ایک تحفہ بھی لیتا آیا ہوں جو کسی بادشاہ
کو میسر نہ ہوا ہوگا یہہ جل خلد کا خوش ذایقہ ہی امیر نے عقل سے
دریافت کر کے کہا اچھا دے جوں پیوں اعرابی نے وہ مشک
آگے رکھہ دی امیر نے چلو ایک اسمیں سے پیا اور باقی کو زون میں
بھروالیا فرمایا تیری کیا حاجت ہی بولا ای امیر کمال نے
جنم بھوم سے مجھے اکھارا گھر سے بے گھر کر کے دربدر بھٹکایا اب تیرے دامن
کا آسرا لیا ہی امیر نے کہا میں تیری حاجت روا کرتا ہوں بشرطیکہ
تو یہیں سے پلٹ جاوے آگے نہ بڑھے وہ اس بات پر راضی ہو
پھر امیر نے وہ مشک زر سے پر کروادی اور بدرقہ ہمراہ دیکر اسے

حیران کر دیا تب مقربوں نے پوچھا اُسے پلٹا دینے میں کیا حکمت تھی
فرمایا جو وہ چند قدم اور بڑھتا فرات کا پانی پیتا تو ایسے تحفہ
لانے پر خجالت کھینچتا مجھے حیا آئی کہ کوئی میرے پاس تحفہ لاکر شرمندہ
نہ ہو اسیطرح نظام الملک وزیر کا دستور تھا جو کوئی پھل پھلاری
اُسکے روبرو لاتا تو اکیلا نہ کھاتا جتنے حاضر ہوتے سبکو بانٹتا ایکروز
ایک مالی تین ککڑی تحفہ لایا وزیر نے اُن میں سے ایک پھانک
بھی کسیکو نہ دی آپ ہی تینوں کھائیں تب پوچھے آج حاضران
مجلس سب کے سب اِن سے محروم آپکا منہہ تکتے رہے جواب دیا
جو میں نے ایک ککڑی چکھی تو کڑوی تھی اسیطرح دوسری تیسری
تینوں تلخ نکلیں اِس لئے میں نے کسیکو نہ دیں کہ شاید کوئی بول
اُٹھے ککڑیاں تو کڑوی ہیں وہ غریب تحفہ لاکر شرمندہ ہووے مجھے حیا آئی

لہ اسیلا

کہ اُسکا عیش شیرین اس انفعال سے تلخ نہ ہو جاوے

پیمبر نے اسطرح فرمان ہی

حیا جسمیں ہی اُسمیں ایمان ہی

حیائے صدف کا وہ اخلاق دُر

کہ جسکا دو جگ میں برا مان ہی

حکایت سلمان فارسی کسی شہر کا حاکم تھا اُسکی یہہ عادت تھی کہ نت کمل پہنے رہتا پیادہ پھرتا گھر کا سودا سلف اپنے ہاتھ کرتا کسی شخص نے ایک مونث آتے کی خرید کی اسی تاک میں تھا کہ کسو کو بیگار پکڑے سلمان کو جاتے دیکھہ کر بیگار پکڑا نہ پہچانا پوٹ اُسکے سر پر رکھی اور لوا لیچلا ایک شخص نے راہ میں دیکھہ کر کہا ای امیر یہہ بوجھہ کہاں لیجاتے ہو وہ آدمی یہہ حالت دیکھتے ہی

قدم پر گر پڑا اور عذر کرنے لگا کہ بندے سے نادانستہ حرکت ہوئی معاف
کیجئے اور یہہ بوجھا سر سے اُتار ڈالئے آپ کے قدم کی خاک جو سر سے
کروں تو بجا ہی کہا نہیں میں نے قبول کیا ہی کہ یہہ گٹھری تیرے
گھر تک پہنچا دوں آخر نہ اُتارا اور اُسکے گھر میں پہنچا کر کہا میں نے تو
تیرا کام کیا اب تو بھی مجھ سے عہد کر پھر کبھی کسو کو بیگار نہ پکڑے
اتنا لے جو اُٹھا سکے اور کسی سے بیمروت ہونا نہ پڑے

حکایت ہارون الرشید نے ایک عالم سے پوچھا کوئی ایسا
پھندا ہی کہ جس سے دامنِ دولت ہاتھ سے نہ چھوٹے اور پائے اقبال
گُتا رہے بولا گناہ گناہ گاروں کی معاف کرنا تاکہ جن کا گناہ
معاف ہوا ہو وے تیرے احسانمند رہیں اور گنہ گار تیرے عفو
سے نراس نہ ہوویں

حکایت

حکایت کہتے ہیں کہ حجاج کتنے ایک گنہ گاروں کو اپنے
روبرو سیاست کر رہا تھا اور اُنکے حال پر بے اختیار رو تا تب ایک
مُصاحب نے کہا جو سیاست ان کی موقع پر ہی تو یہہ شفقت
کیسی ہی اور جو رونا مناسب ہی تو سیاست کس لئے دیتے
جو بولا آدمی کی زندگی آدمی کے مارنے سے ہی ہر چند سیاست
کرنا رئیس کو ضرور پر اپر شفقت نہ چھوڑنا چاہیئے کیونکہ بادشاہ
بمنزلۂ سر ہی اور رعیت بمنزلۂ دھڑ کبھی ایسا اتفاق ہووے
کہ سر کی سلامتی کے لئے تن سے کسی عضو کو جُدا کریں تو سر بھی البتہ
اُس بند کی خاطر روتا ہی اسی طرح بادشاہ مصلحت جان کر رعیت
میں سے کسی کو سیاست کرے تو اس بیچارے کے حال پر رووے
تا روزِ قیامت اُسے مواخذہ نہ ہووے اتنے میں ایک شخص نے

اُن گُنہ گاروں میں سے کھڑے ہوکر کہا ای امیر ہم تو گُناہ کے سبب
عذاب کے سزاوار ہیں پر کیا رحم کرنا تیرے لایق نہیں گو ہم گُناہ
بدبختی سے کئے تو اپنے حِلم و کرم کی طرف دیکھہ یہہ سُنتے ہی جلّاد
نے اُسکی بیڑیاں کتوادیں اُسکے طُفیل سے اور سبکو آزاد کیا
اور کہا جو تو یہہ بات پہلے کہتا تو میں سبکو بخش دیتا ایک بھی
نہ مارا پڑتا سچ ہی سیاست بغیر عفو و مرحمت مُلک تاراج کرتی
ہی اور فقط حِلم و عفو سے بدونِ سیاست بندوبستِ ریاست
نہیں ہوسکتا وہ کہاوت ہی نہ اتنا کڑوا ہو جو زبان پر
نہ رکھیں نہ اتنا میٹھا کہ گھول کر پی جاویں

حکایت ایک بادشاہ نے اپنے دل میں غور کی کہ عارضہ
جسمانی کے لئے میرے نزدیک طبیب ہیں کچھہ بھی مرض حادث

ہوں

ہووے تو اسکا علاج کریں مگر بیماری اخلاق جو میرے سرشت میں ہو تا
ہی اُسکا تو کچھ معالجہ کیا چاہیئے ایک عالم سے جو اُسکا کمال معتقد تھا
بولا میں نے اسی لیئے سب پر تجھے بزرگی دی ہی کہ مجھ سے نصیحت
پذیرائی نہ کرے مجھ میں یہہ سخت بدخو ہی جب غصہ مجھے چڑھتا ہی تو مجھ
نہیں سوجتا آپے سے باہر ہو جاتا ہوں یہہ طبیعت کس طرح رفع ہو تو
غصہ ایک نشہ ہی جب غالب ہوا تو اُسکے خمار میں انسانیت نہیں
رہتی جب وہ اُترا تو انسان پچھتاتا ہی اسواسطے کسکو تو حالت غضب
میں سزا مت دے جب غصہ جاتا رہے اُس مقدمے کو تنقیح کر جو غصہ کے
لایق ہو درگذر کر اور تنبیہ کے قابل ہو تو سزا اُسکی تقصیر کے موافق
تجویز کر اگرچہ حلم اول زہر لگتا ہی پر اُسکا چسکا پیا تو شہد سے شیریں
لگے شاہ نے یہہ بات قبول کی اور ارکان دولت کو فرمایا اگرچہ غصہ

میں سیاست کا حکم کسی پر کروں لیکن تم ایکروز کا توقف رکھو پھر مجھ
سے ظاہر کرو اُس وقت جو کہوں عمل میں لاو جو یہہ دستور مقرر پایا
کہ گنہگار اُس کے عفو سے بے نصیب رہا

آتش خشم آب حلم بجھا

حکایت پرویز شاہ کسی درباری پر ناخوش ہوا چند روز قید
کرکے چھوڑ دیا دربار میں آنا جانا موقوف ٹھہرا بیکاری کے سبب یہہ
روٹیوں تک محتاج ہوگیا ایکروز اسنے خبر پائی کہ آج بادشاہ فلانے
مکان میں جشن کئے خوشی سے بیٹھا ہی یہہ اپنے دوستوں سے گھوڑا
اور کپڑوں کا جوڑا عاریت مانگ کر وہاں گیا دربان اور چوبداروں
نے خیال کیا کہ اسکی تقصیر معاف ہوئی ہوگی کسی نے نہ سمجھا کہ بدون
پروانگی آیا ہی یہہ تو جاتے ہی ہر ایک کام کی سربراہی میں لگا بادشاہ

نے اسے دیکھا ہرچند ناخوش تھا پر ویسی خوشی کے وقت سیاست کرنی
مُناسب نہ سمجھا دیدہ و دانستہ طرح دے گیا اسمیں اِسنے جو فُرصت
پائی پان سیر ایک کا سونے کا طباق قبا کے دامن تلے چھپا لیا وہاں سے
نکل کر اپنے گھر چلا آیا اُسے تو زمرد کر کے مزے سے گذران کرنے لگا مگر یہہ
حرکت بادشاہ نے اپنی آنکھوں دیکھی تھی دوسرے دن خدمتگار
طباق کی ہر کہیں جُست و جو کرنے لگے کئی آدمیوں پر بھرم رکھا
چاہتے تھے کہ اُنھیں مار کوٹ کر قبول کروائیں شاہ نے کہا تم کیوں
جھگڑتے ہو بولے طباق زرّین جاتا رہا ہم اُسکا کھوج لگاتے ہیں فرمایا
اِن غریبوں کو چھوڑ دو جو لیگیا ہی سو نہ دیگا اور جسنے لیجاتے
دیکھا ہی وہ بھی نہ بتلاویگا برس کے بعد پھر اسی جگہہ بادشاہ نے
جشن کروایا اس درباری نے بھی کپڑے مانگ تانگ کر پھر اپنے

تئیں اسی طرح پہنچایا شاہ نے اسے نزدیک بلا کر کان میں کہا مگر
طباق خرچ ہو چکا ہوگا تب تو اسنے آداب بجا لا کر کہا حضور کی
اعتراضی کے سبب جب جان سے بہ تنگ آیا تو یہہ حرکت کی کہ کسی
طرح اس زندگی کے وبال سے چھوٹ جاؤں شاہ کو اس بات پر
ترس آیا اُسکی تقصیر معاف کر کے بدستور خدمت پر بحال کیا

حکایت کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ کے یہاں ایسا باز تھا کہ اُسکے روبرو
پرندہ پر نہ مار سکتا ایک اُڑان میں سارے جہان کے گرد پھر آتا ایکروز
شاہ نے وہ باز کسی شکار پر چھوڑا اُڑتے اُڑتے ناگاہ ایک بڑھیا کے گھر میں
جو بڑھاپے سے ہڈیوں کا کورا بن کر زمین سے لگ گئی تھی جا پڑا بڑھیا
نے اُسے پکڑ لیا کبھی باز تو نہ دیکھا تھا سمجھی یہہ پروں کے بوجھ سے حرکت
نہیں کر سکتا سارے پر نوچ ناچ لُند مُند لا بنا کر تھوڑا سا دانا اُسکے

آگیہ ڈال دیا باز نے دانے پر رُخ نہ کیا بڑھیا نے جانا اسکی چونچ جو تیز ہی
کہیں اس لئے چُگا نہیں جاتا مقراض لیکر منقار کترڈالی جب دیکھی کہ اب
بھی کچھ دانہ نہیں چُگتا بولی ہی ہی اِس بیچارے کے ناخن بڑھ گئے ہیں
اُنھیں بھی کاٹ ڈالا اِس میں بادشاہ نے مُنادی پھروائی جو کوئی
بازلاویگا وہ سرکار سے بڑا اِنعام پاویگا وہ پیر زال یہہ ندا سنکر اُس
باز کو بادشاہ کے روبرو لے آئی شاہ نے اُسکے پر اُکھڑے اور چونچ اور ناخن
کٹے جب دیکھے بولا جو کوئی ہمارا ماتھہ ناپسند ٹھہراکر بڑھیا کی جھوپڑی
اِختیار کرے اُسکی یہی سزا ہی جیسا کہ کہہ گئے ہیں بادشاہی ایک باز
ہی جو ہوا سے اقبال پر اُڑکر ہمائے دولت کو شکار کرے بادشاہ عالی
ہمت کے ماتھہ میں رہے تو سیمرغ جہان کو پکڑ لیوے اور طاؤس
دولت کا جلوہ عالم کو دکھلاوے برخلاف اسکے جو ظالم کم ہمت کے

ماتھے کے توپچی طنطنہ جہانگیری و ناخن دبدبہ جہانداری کے کاٹنے والے
اور پر و بال دولت و اقبال کے اکھیڑنے

جوان صاحب ہمت بلند سر ہووے
مثال باز ہر ایک جانور پہ ور ہووے
نگاہ تیز و ہی ہی جو ہووے بے ہمت
ہمیشہ چیل کی مردار پر نظر ہووے

حکایت جب حاتم کی سخاوت شہرہ آفاق ہوئی قیصر روم نے
چاہا کہ اسے آزماوے ایک آدمی کے ماتھے سوا اونٹ سرخ بال اور سیاہ
چشم کے درخواست کر بھیجے اسوقت حاتم کے یہاں ایک بھی اونٹ موجود
نہ تھا اپنی برادری سے کہا کہ ہر ایک شخص ایک ایک اونٹ مجھے اودھار
دیوے چند روز میں ادا کر دونگا بارے قرض وام کر کے سوا اونٹ قیصر

پاس نہ تھا بولا دست قیصر نے یہہ جود و مردی سُنکر تعجب کیا اور سب تر محمدے کہ
کی قسم سے بار بردار کر حاتم کی طرف روانہ کئے حاتم نے جن سے وے اونٹ
خالی لئے تھے لدے لدائے جوں کے توں سب کے سب اُنھیں دے ڈالے
اپنے نزدیک کچھہ نہ رکھا جب قیصر کو یہہ خبر پہنچی نہایت متعجب ہوکر بولا
سچ ہی اس دورِ قمر میں مثالِ خورشید حاتم لاثانی ہی

جوانمردوں کا باقی نام رہ جاتا

حکایت ابراہیم ادہم نے ایک شخص تونگروں میں سے دیکھا
کہ گھوڑے پر چڑھے کعبے کا طواف کر رہا ہی یہہ بات اسے نامناسب
معلوم ہوئی جب مکّے سے پھرے وہ شخص قافلے سے بچھڑ گیا بدوؤں نے
اُسے ننگیا لیا پاپیادہ اُس گرم بالو میں چلتا تھا ابراہیم نے پیچھے سے
آکر اسکی یہہ حالت دیکھی تو کہا جہاں سب پیادے چلیں وہاں سوار

ہو کر چلے ایسا بے ادب پیادہ چلا چاہیے جہاں سب سوار چلیں

حکایت ایک شیر کسی جنگل میں رہا کرتا ایک بھیڑیا اور لومڑی دونوں اُسکی خدمت میں حاضر رہتے اُسکے بچے بچائے سے اپنا پیٹ بھر لیتے ایکروز شیر نے ایک شکار مار کر گرگ کو اِستادہ کی تو ہم میں اسے تقسیم کر دے اسنے تین بانٹے کر کے ہر ایک کو ایک حصہ دیا شیر نے وہ مساوات دیکھ کر گرگ کے ایسا طمانچہ مارا کہ سر الگ جا پڑا پھر لومڑی سے کہا یہہ گوشت ہم دونوں میں نبڑا لگا اسنے سب کا سب اُسکے آگے رکھ دیا شیر نے پوچھا یہہ ادب تو نے کہاں سے سیکھا بولی اس بھیڑیئے کے مارے جانے سے پس اس حکایت یہی نکلتا ہی کہ آدابِ سُلطانی ضرور ہی اُنھیں ہمسری خوش نہیں آتی مرد کو لازم ہی ادب نگاہ رکھے اپنے مرتبہ سے قدم آگے نہ بڑھاوے

وہ کہاوت ہی

جو خال اپنی حد سے بڑھا سو مسا ہوا

اگلے زمانے میں ایک شخص زاہد حرفِ شکایت کبھی

زبان پر نہ لاتا کچھ مصیبت پڑتی تو صبر کو کام فرماتا گویا جامہ صبر کا

اسکے جسم پر قطع ہوا اُسکا لقب بو صابر تھا جس گانوں میں اُسکی

بود و باش تھی اسی نواحی میں ایک جوڑا شیر کا آرہا آدمی حیوان

بہت سے ضایع کئے گانوں کو ایسا تنگ لائے کہ اُجاڑ ہونے پر آیا سب

باشندے گانوں کے اُسکے پاس آکر بولے ان شیروں کے ہاتھ سے

ہمارا ناک میں دم آیا کہے تو انبوہ باندھ کر مارنے کو کل اُن پر چل دیں

بولا میری صلاح سنتے ہو تو صبر کرو اسی میں بھلائی ہی کیوں کہ

یہہ شیر ہیں کچھ کھلونا نہیں جو ہر ایک بازاری لے ڈالے سب نے اُسکے

کہے بموجب صبر کیا اُسی ہفتے میں اس ولایت کا شاہ شکار کھیلتا ہوا
اُدھر آنکلا خبر ہوئی کہ یہاں شیروں کا آکر ہی برق انداز پہنچ گئے
اُنھیں مار گرایا بوصابر نے تب گانوں والوں سے کہا دیکھو صبر ایسا
ہی جو تم اُنھیں ذات سے مارنے جاتے تو وہ بہتیروں کا سر پھوڑتے
اور تم سے مار نہ کھاتے چند روز کے بعد ایک عامل واسطے تحصیل کے اُس
گانوں میں آیا دو پت پیشہ رعیت پر بتھایا ظلم زیادتی مار دھاڑ
بہت سی کرنے لگا کتنے ایک مستند گانوں سے جمع ہو کر رات کے
وقت اس عامل کو مار ڈالے اور آپ بھاگ گئے سب گانوں والے
بوصابر کے پاس آکر بولے چل بادشاہ کے یہاں چلیں اپنی عاجزی
کر کے اُس سے امان مانگیں تو اُن جوانوں کے بدلے ہم بوڑھی تھیروں
پر آفت نہ آوے بولا تمھاری خوشی ہو تو جاؤ میں تو ابھی صبر کرونگا
دیکھوں

دیکھوں تو سہی زمانے سے کیا حادث ہوتا ہی بارے وہ گانوں والے
بھی شاہ کی حضور میں نہ گئے جب یہہ خبہ عامل مارے جانے کی شاہ کو پہنچی
لشکر تعینات ہوا آتے ہی گانوں گھیر لیا خونی تو نکل گئے پر گانوں والے
بیچارے تباہ ہوگئے بوصابر سے بولے ہمارے ساتھہ شاہ کے پاس چل تو
اپنا حال ظاہر کریں اسنے وہی جواب دیا کہ صبر کرو بولے تیرے صبر نے
تو ہماری یہہ حالت پہنچائی اب آگے کیا کیا چاہتا ہی آخر اکتھے ہوکر
بادشاہ کے پاس گئے اور اپنا احوال گذارش کئے فرمایا پہلے سے آتے تو گانوں
کاہے کو خراب ہوتا بولے ہمارے گانوں کا مقدم ایک مرد زاہد ہی ہم
پر کچھہ حادثہ پڑے تو اسی سے مشورت کرتے ہیں اسنے آنے کی صلاح
نہ دی تھی تسپر ہم اسکے برخلاف کرکے چلے آئے ہیں شاہ نے کہا جو لوگ
پامال ہوگئے ان کو سرکار سے تقاوی ملے اور گانوں کوٹ کی مرمت

ہووے وہ شخص جو صبر کہتا ہی اسے گانوں سے بدر کرو کہ تو صبر کر
جب تک تیرا اسباب درست ہو دارو غے نے بوصابر کو دیس نکالا
لاچار اسنے صبر کیا جورو اور دو بیٹے ساتھ لیکر کسی سمت کو چل دیا
رستے پر جنگل میں چوروں نے اسے ملایا سب جھاڑا لیا کچھ نہ دیکھا
تو دونوں لڑکے چھین لئے کہ ان کو بیچ کر نفع کرینگے اور مزے
اڑائینگے اسنے صبر کیا دم نہ مارا آہ و نالے کا تو کیا ذکر ہی مگر جورو رونے
لگی کہا ای عورت صبر کر جاتے جاتے ایک گانوں کے نزدیک
پہنچا قبیلے کو باہر بٹھلا کر آپ گانوں کے اندر گیا تاکہ کچھ کھانا خرید
لاوے ادھر ایک سپاہی جہاں وہ عورت بیٹھی تھی وہاں آگیا
اس صورت شکل اسلوب پر بیابان میں تنہا دیکھ کر چاہا کہ کچھ
قصد کرے بولی مجھے ہاتھ مت لگا میں غریب دکھیاری ایک

درویش

درویش کی جو رو ہوں میرا خاوند اس گانوں میں گیا ہی تیرے
ارادے سے واقف ہوا تو بادشاہ سے فریاد کر کے تجھے سیاست دلاوے گا
وہ لشکری ناپاک بے باک تھا عورت کی بات خیال میں نہ لایا
جھونٹے پکڑ کر کھینچا جب عورت اسکے ہاتھ سے عاجز آئی یہی احوال
خامۂ انگشت سے صفحۂ خاک پر لکھا بوصابر جب وہاں آیا تو عورت
کو نہ دیکھا مگر وہ لکھا پڑھ کر حیرت و حسرت سے قریب تھا کہ پتکی
کھا کر جان دیوے مگر صبر کے آسرے سے تکا رہا

جوں خمِ می آتش دل سے ہی گو جوشش مجھے
لب پہ ہی مُہرِ خموشی اور خوش خونِ جگر

اسی طرح دل خستہ و خاطر شکستہ شہر کا قصد کیا وہاں کا امیر
ایک قلعے کی تعمیر کرا رہا تھا کوئی بدیسی اس شہر میں آتا تو وہ

سنگدل اسے بیگار پکڑ کر اینٹ گارا اٹھانے لگاتا یہہ جو وہاں
پہنچا اسے بیگار پکڑ لیا تو کری کچہرا اٹھانے کی اسکے حوالی کی سارے دن
یہہ محنت کرتا رہتا سانجھ کو چھٹی ملتی دو روٹیاں پاتا صبر سکوت
کرکے رات کو وہیں پڑ رہتا ایکروز ایک بیگاری سیڑھی پر سے
نیچے گرپڑا چوٹ لگنے سے واویلا کرنے لگا کہ الٰہی مجھے اس دکھ دھندے
سے چھڑا دے بوصابر نے کہا صبر کر چلا مت جو صبر کریگا اسے فرصت
ملیگی یہہ بات بادشاہ نے بھی سنی فرمایا یہہ جو صبر کو کام فرماتا ہی
اسے کوئے میں قید کرو کہ تو یہاں صبر کر آخر ویسا ہی کیا بوصابر کو
چاہ میں اسیر کیا تب بھی اسنے صبر کیا کچھ شکوہ زبان تک نہ لایا
اور وہ بیگاری جو سیڑھی پر سے گرپڑا تھا اسے کچھ دلوا کر بادشاہ نے
آزاد کیا تھوڑے دن گذرے تھے جو اس بادشاہ کی جورو جفا سے

عاری ہوکر رعیت نے بلوہ کیا اور اسے مار ڈالا اس بادشاہ نے اپنی
حیات میں اپنے بھائی کو مار ڈالا تھا پر لوگوں سے کہتا تھا میں نے اسے
لوئے میں قید کر رکھا ہی سب اسکے بھائی کی تلاش میں اسی چاہ
میں بوصابر محبوس تھا آئے بادشاہ کا برادر سمجھ کر کوئے میں سے
اسے نکالا اور بادشاہ بنا کر تخت پر بٹھایا رعیت و سپاہ بخوبی
حکم میں در آئی اسنے انصاف کو داد دی اور ستم کی بنیاد
برباد کی کہ تمام ملک میں ساتھ عدل کے اسکا نام مشہور ہوا اسکی
جو روجو لشکری کے ہاتھ میں گرفتار تھی یہہ عدل سنکر دربار میں آئی
کہ مجھ غریب کو یہہ لشکری فلانے گانوں سے زبردستی لے آیا ہی اور
اذیت میں رکھا ہی بوصابر نے قبیلے کو پہچان کر محل میں بھجا دیا
اور لشکری کو سزا فرما ئی ایک عالم کو تعجب آیا کہ یہہ بادشاہ تو بیگ

تھا اب اسے کیا ہوا جو پرائی عورتاں چھیننے لگا اور اُن چوروں
نے جو اُسکے لڑکے لیگئے تھے آپس میں یہہ ٹھہرائے کہ یہہ غلام بادشاہ کے نزدیک
لیچلیں البتہ وہ بڑا انعام دیگا سوداگر بنکر لڑکوں سمیت دربار میں
آئے بوصابر فرزند دیکھہ سجدہ شکر کا بجا لایا محل میں اُنھیں بھیج دیا
چوروں کو سولی پر چڑھایا خلقت نے تسپر بھی اچنبھا کیا بعد مدت
کے اُس بادشاہ ظالم پر جسنے اسے جلاوطن کیا تھا ایک غنیم فوج
قاہرہ لیکر چڑھ آیا یہہ اسکے مقابلے کی تاب نہ لاکر بھاگا بوصابر کی
پناہ میں آیا بوصابر نے اُس سے پوچھا تو مجھے پہچانتا ہی میں وہی
ہوں جو صبر کرنے کے سبب تو نے ناحق مجھے گھر سے بے گھر کیا تھا اب
صبر کا ثمرہ مجھے مل رہا اور ظلم کا نتیجہ تو نے پایا پس صبر تین نوع پر ہی
پہلے صبر باوجود شہوت کے معصیت نہ کرے دوسرے مصیبت سے

نہ گھبراوے تیسرے آرام چھوڑ کر عبادت بجا لاوے

مت پیچ کھا جو رشتۂ مطلب میں ڈھیل ہی
گر صبر راہِ منزلِ مقصد دلیل ہی
جنگل پکڑ کے شیر سکونت سے ہی عزیز
جو دربدر پھرے وہی کتّا ذلیل ہی
پھالی بنے شتاب سے لوہے کو قدر کیا
جوتا و بہت سے سہے تیغا اصیل ہی
حکما یہہ کہہ گئے ہیں کہ دارو سوائے صبر
اُس کو نہیں جو درد الم کا علیل ہی
جب تو یہہ جانتا ہی مقدر میں ہو سو ہو
رکھہ اختیار صبر فصبرٌ جمیل ہی

نواں باب کسب و نمک حلالی و گدائی کا

حکایت حضرت داؤد علیہ السلام کی یہہ عادت تھی کہ لباس بدل کر راتوں کو اکیلا پھرا کرتا کوئی ملتا تو اُس سے پوچھتا کہ داؤد کی کیا خصلت ہی نیک یا بد ایکرات جبرئیل انسان کی صورت بنکر ملا داؤد نے پوچھا کہ داؤد کے حق میں تو کیا کہتا ہی جبرئیل نے کہا داؤد پیغمبر ہی اور بادشاہ بھی ہی اور کیا کہنے کا ہی مگر ایک خصلت نہ ہوتی تو بہت اچھا تھا کہا وہ کیا ہی بولا جو روزی اپنے کسب سے پیدا کرتا اور بیت المال سے نہ کھاتا تو اُسکے جمالِ باکمال میں نقصان نہ ہوتا داؤد یہہ سُنکر پھرا اور جنابِ الٰہی سے رو رو کر التجا کی کہ الٰہ العالمین مجھے کوئی کسب نہیں آتا ایک حرفہ سکھلا کہ جس میں میرا قوت چلے حق تعالےٰ نے زرہ بنانا اُسے تعلیم کیا پس جب پیغمبروں نے کسب سے

روزی پیدا کی ہو تو سب کو لازم ہی کسب سیکھیں

حکایت شاہ کرمان کے ایک لڑکا تھا آثار دانائی کے اُسکے قیافے سے ہویدا اور نشان نیکبختی کے اُسکی جبین سے پیدا تھے جب وہ چودھویں رات کے چاند کی مانند بڑھکر چودہ برس کا ہوا شاہ نے چاہا کہ اُس ماہ کا کسی مُشتری سے عقد باندھا چاہیئے کہ قرانُ السّعدین ہو لڑکے نے کہا بابا جان اوّل سبق اُستاد نے مجھے یہہ دو انچھر پڑھائے کہ حرفہ مرد کو ہلاکت سے بچاتا ہی اور سفر سے کیسا ہی کچا ہو پکا ہو جاتا ہی جب تک کہ میں پیشہ نہ سیکھوں اور سفر میں نہ پڑوں شادی نہ کرونگا بادشاہ نے کہا بیٹا بادشاہوں کو پیشے سے کیا کام اُنکا پیشہ تلوار اور نیزے کی ہی اور کرتب ہی گھوڑے کا پھیرنا اور تیر اندازی و چوگان بازی سو تو اِن سب کاموں میں طاق ہی لڑکے نے کہا جو آپ فرماتے

OF THE
BOISEAY
FRANCK
OF THE

ہیں سو سب معقول ہی لیکن اس دولت کا کیا بھروسا آج ہی اور
کل نہیں ہر وقت ہوا یکساں نہیں چلتی ہمیشہ چشمہ جاری نہیں رہتا

ہر ایک پاس یہہ دولت تو آتی جاتی ہی
جہاں میں کم ہیں کہ جن سے سدا نباہتی ہی
درست عہد تو دولت سے مت سمجھ ہرگز
یہہ فاحشہ ہی ہزاروں سے رخ ملاتی ہی

بادشاہ نے فرزند کی دانائی پر عجب کیا مناسبی پھروائی کہ جہاں تک
اہل حرفہ ہی اپنا اپنا پیشہ شہزادے پر ظاہر کرے جس صنعت پر اسکا
دل چلے وہ سیکھے بارے سب پیشہ ور جو جس کا کسب تھا صنف کے صنف
ایک میدان میں گذری لگا بیٹھے شاہزادہ ہر ایک کو نگاہ میں لاتا
ہوا ادھر سے ہو چلا شہر کرکان سے ایک چتائی بننے والا شہر کرمان

میں

میں آبسا تھا وہ چٹائی بہایت خوبصورتی بنتا تھا شہزادے نے وہ پسند
کرکے چٹائی بننے کا حرفہ اختیار کیا اس کاریگری سے ایک مدت میں سیکھکر
بوریا بافی میں لاثانی ہوگیا پھر بادشاہ سے سفر کی اجازت طلب کی
اس بادشاہ کا یہہ دستور تھا کہ ہر سال خلیفے کی خدمت میں کچھ سوغات
شہر بغداد کو بھیجا کرتا کچھ تحایف شہزادے کے ساتھ کرکے کتنے ایک خاصوں
سمیت بغداد کو روانہ کیا بارے خیریت سے پہنچ کر بغداد کے باہر ڈیرہ
کھڑا کیا اس ارادے پر کہ کل خلیفے کی خدمت میں شرف دست بوسی
کا حاصل کرینگے ایک غلام خاصہ شہزادے کی ہم عمر تھا لڑکپن سے ایک ہی
جگہہ بڑے ہوئے تھے شاہزادے نے اُسے کہا کل خلیفے کو خبر ہوگی بنے تو ہم
دونوں ابھی بغداد میں جاویں وہاں کا سیر تماشا دیکھہ کر گھڑی ایک
کے بعد پھر آویں اور کل خلیفے کی خدمت میں جانا پڑیگا آخر یہہ دونوں اٹھتے

ہی سویرے سوار ہوکر شہر میں گئے اِدھر اُدھر پھر کر آپس میں کہنے لگے
کچھ ناشتا پہلے کرلیں تو خاطر جمع سے شہر اور بندی کا نظارہ کرنے میں
آوے ایک طباخ جہودی مزیدار کھانا پکانے میں مشہور تھا یہہ اُسکی
دوکان پر آئے وہ بھتیارا انھیں دیکھکر اُٹھ کھڑا ہوا اور بڑے تعلق سے
بٹھا کر انھیں دوکان پر بٹھایا کہنے لگا تم سا رکھے صاحبزادوں نجیبوں کو
برسرِ بازار بیٹھکر کھانا عیب ہی پچھواڑے گھر ہی وہاں چلیے طعام
لے آتا ہوں نوشِ جاں فرمائیے یہہ دونوں اُسکے ساتھ ایک گھر میں
آئے گھوڑے سے جب اُترے دو زنگی غلام آن پہنچے اِن کو دیکھکر بھتیار
کبیرے ان سے مانگ لئے اس حویلی میں ایک کوا تھا ان کی کمر میں
رسّی باندھکر اس میں چھوڑ دیا اس کوے میں انھوں نے اور بھی کئی ایک
قیدی دیکھے ان سے پوچھا اس جہودی کا کیا دستور ہی بولا اس ظالم

کی

کی یہہ عادت ہی اسی حیلے سے دم دیکر آدمی کو یہاں لے آتا ہی
اور قصائی بن کر اسے پچھاڑ کر کاٹ ڈالتا ہی اسکا گوشت تکا بوٹی کر کے
پکا کر بیچتا ہی تمھاری طرح ہم بھی اجل گرفتہ اسکے دام میں گرفتار ہوئے ہیں
اتنے میں جہو دآیا اور شہزادے کو کوٹھے سے باہر نکالا چھری تیز کر کے چاہتا تھا
کہ اُس بیگناہ کا گلا کاٹے شہزادے نے کہا ای جہو د تیری غرض یہہ ہی
کہ مجھے ذبح کرنے سے کچھہ تجھے فایدہ ہو سو وہ کتنا پر میرے ہاتھہ میں
ایسا ہنر ہی کہ مبلغ بیحساب تجھے حاصل ہوگا جہو دی نے کہا وہ کیا ہنر
ہی بولا میں ایسی چتائی بنتا ہوں جو قابل فرش بادشاہ وزیر کے
ہووے اُسکے بنانے کا سامان اور کچھہ گھاس جنگل سے منگوا تو ابھی میں
بنا کر دکھاؤں جہو د یہہ سُنکر اُسکے مارنے سے باز رہا گھاس اور سامان
جو کچھہ اسنے کہا غلام کے ہاتھہ منگوا دیا شہزادے اور اُن قیدیوں نے ملکر

نہایت پاکیزہ ایک چتائی بُنی جہودی اُسے بازار میں لیگیا اچھی
قیمت اُٹھی دوسرے روز ایک اور چتائی تیار کرکے شہزادے نے کہا یہہ
چتائی وزیر کے لایق ہی اسی وزیر کی خدمت میں لیجا وہ تجھے بڑا انعام
دیگا یہہ وہ چتائی وزیر کے پاس لایا وزیر نے نہایت پسند کرکے جہود کو
خلعت بخشا اور قیمت خاطرخواہ اُسے دلوائی تب توجہود کو مزہ لگا
بولا کہا اس سے بھی بہتر تو بنا سکتا ہی جو لایق فرش خلیفے کے ہووے
شہزادے نے کہا البتہ ایسی بناؤں کہ خلیفے نے کبھی نہ دیکھی ہو لیکن
اُسکا اسباب بہترین مُہیا ہونا چاہئے جو جو کچھہ اسنے کہا جہودی نے
سبھوں حاضر کیا شہزادے نے اپنی کاریگری سے بغایت لطیف ایک
چتائی بُنی اُسی بُنا وت میں تمام اپنا احوال گرفتاری کا اور جہودی
کی جفاکاری مُفصّل بیان کیا پیٹ کر اسکے حوالے کی اور کہا اسے خلیفے کے

روبرو دکھونگا جو طمع نہ بگڑے جہودی خوشی خوشی وہ چتائی دار انچلا
میں لیگیا بسا ول کے ہاتھ حضور میں بھیجی خلیفے نے فرمایا اسے کھولو جب وہ
کھلی رنگ اور صفائی اور بناوت دیکھکر خلیفہ حیران رہ گیا جب اسکی
کتابت نظر پری پڑھکر جہودی کو اندر بلایا پوچھا تو یہہ کہاں سے
لایا ہی بولا میرا غلام واسطے تجارت کے کرکان کو گیا تھا میں نے
فرمایش کرکے حضور کے لئے وہاں سے بلوا کر منگوائی ہی خلیفے نے کہا
سچ کہا چاہیئے وہ غلام کونسا ہی اسے حاضر کرو میں اس سے معلوم کروں
اسکا بنانے والا کون ہی جہودی نے کہا میں اسے لے آتا ہوں فرمایا تیرا
جانا موافق نہیں کرتا آدمی بھیج کر اس غلام کو بلوالے تب لاچار ہوکر
حیل حجت بنانے لگا پھر خلیفے نے اسے وہیں رکھکر آدمی اعتباری اسکے
گھر بھیجے جب اسکے آدمیوں کو مارنے لگی اس کوئے کا نشان بتلایا

وہ کہاوت ہی باپ کا گھر ایک نہ ایک دن پھوتتا ہی شہزادے
کو ان بیچاروں سمیت جو اس کشر سنگدل بیحیا کے ہاتھ سے بچ رہے
تھے حضور پر نور میں لائے شہزادے نے خلیفے سے مصافحہ کیا پھر اس
جہودی کو بڑے عذاب سے سیاست فرمائی مثل ہی سو دن
چور کے تو ایکدن ساہ کا اور مال بے انتہا اسکے گھر سے نکلا سب
شہزادے کو دیا اور سرے پاو عنایت فرما کر اسکے وطن کو رخصت کیا

کسب کا رنج راحت کر دکھاوے
جو کاسب ہو کبھی ذلت نہ پاوے
حدیث مصطفی ہی آشکارا
کسب فقر و ہلاکت سے بچاوے

حکایت ایک براہی کتا چور ماوراء النہر سے نیشاپور میں

آرہا اور بادشاہی خزانے کی جوہ لگا بہر صورت نقب کرکے خزانے کے
پاس آیا اور جتنا جواہر اُٹھا سکا اُٹھا لیا۔ پار کے مُنہہ پر کچھہ سُفید چیز چمکتی
پڑی ہوئی دیکھی اندھیری رات کے سبب سمجھا یہہ گوہرِ شب چراغ
ہی اُٹھایا چاہئے اُٹھایا تو بھاری معلوم ہوئی عجب کیا یہہ زور ہی چیز
ہی جو ہاتھہ کی اٹکل میں نہیں آتی بھلا اسے چکھہ کر دیکھوں تو جیبھہ
پر اس کا مزہ دریافت ہو جب زُبان پر اُسے رکھا تو ذایقہ نمک کا
معلوم ہوا کیوں کہ وہ گھرانوں کا تھا چور نے مال جوں کا توں
وہیں رہنے دیا اس میں سے کچھہ نہ لیا خالی ہاتھہ چلا گیا دوسرے
دن خزانچی نے یہہ خبر بادشاہ کو پہنچائی کہ چور خزانے میں پار دیکر
زر تک پہنچا پر کچھہ نہ لیگیا یہہ سُنکر بادشاہ متعجب ہوا کہ ایں زر
تک پہنچکر نہ لیجانا کیا باعث مُنادی کرو کہ جس چور نے یہہ کام

کیا اسے ہمنے امان دی سرکار میں آکر ظاہر کرے کہ ہاتھ لگے پر زر کپوں
نہ لیگیا جب کئی روز اسی طور شہر میں ڈھنڈورا پیٹا رہا تب چور نے
حاضر ہوکر بادشاہ کی خدمت میں آکر کہا کہ یہہ حرکت مجھ ہی سے
ہوئی پوچھا باوجود قدرت کے زر نہ لیجانیکا کیا موجب تھا بولا اس
خزانے کے نزدیک ایک اُجلی چیز میرے نظر پڑی گمان ہوا کہ یہہ
گوہر شب چراغ ہی اسے اُٹھاکر میں نے زبان پر رکھا تو نمک تھا میں
نے دل میں کہا اس شاہ کا نمک کھاکر نمک کا پاس نہ رکھنا اور حق نمک
ادا نہ کرنا جوانمردی و مروّت سے بعید ہی اس لئے میں نے وہ زر
امانت وہیں کا وہیں چھوڑا اپنی خیانت سے باز آیا شاہ یہہ بات سُنکر
نہایت خوش ہوا ایک خلعت فاخرہ اُسے بخش کر پچاس ہزار دینار
انعام دئے اور اپنی سرکار کا کاروباری بنایا سچ ہی نمک حلالی

انسی

ایسی ہی جی خدا سبکو نمک حلال رکھے

الٰہی اُسیکا مددگار رہو

جو آقا سے اپنے وفادار رہو

کسی کا جو کھا کر دغا پھر کرے

خدا اُس پہ از غیب کی مار ہو

حکایت ایکروز نیشاپور کے بازار میں کئی ایک سوداگر جمع ہو

آپسمیں بات چیت کرتے رہے تھے ایک لڑکی برس بارہ ایک نہایت

چالاک و چست عاقل و ملاحت میں نکھہ سکھہ سے بہت درست

مگھرا چاند کا ٹکڑا ایک پرانا سا کپڑا جس میں جا بجا چندیاں لگی ہو

چھید پڑے ہوئے سارا اُسکا بدن بعینہ جیسے سورج کی کرن گھٹا کے

تلے نظر آتا تھا ہر چند تکلف سے وہ ایک طرف چھپاتی دوسری

طرف کھل کھل جاتا جہاں سوداگر بیٹھے تھے وہاں آئی اور کھڑی ہو کر بولی
ای خدا کے نوازو گھر کے بھرے پرو مجھ غریب عورت پر رحم کرو کچھ دو دلا و
اگرچہ میں بڑے آدمی کی لڑکی ہوں پر زمانے کی گردش نے اب تو اس
حالت کو پہنچایا سوداگر یہہ کچھ جمال باکمال دیکھکر دنگ ہو گئے ہر ایک نے
ایک ایک درم اسکی ہتیلی پر رکھ دیا اُن میں سے ایک نے کہا ای ماہ رو
یہہ کچھ جوبن خدا نے تجھے دیا ہی کہ ایک عالم تیرے راہ پر اپنی آنکھیں رکھتا ہی
تو باوجود اس حسن و ادا کے گدائی کرتی پھرتی ہی خاوند کیوں نہیں
کر بیٹھتی تو اس قلت و شدت سے چھٹکارا پاوے بولی مجھ سی کنگال
سے کون شادی کرتا ہی سوداگر بولا میرے بھی پاس کچھ ایک پیسا ہی
تیری خوشی ہو تو میں تجھے عقد میں لاؤں سب تیرے حوالے کروں
بولی میں راضی ہوئی تو کہا میرے والی رضا دیویں تو لگن لگے بولا

تیرے

تیرے والی کہاں ہیں مجھے بتلا دے تو میں اُن سے تیری درخواست
کروں بولی اچھا تیں میرے پیچھے پیچھے چلا آ اپنے باپ سے تجھے ملا دوں
سوداگر یہہ شعر پڑھتا ہوا اسکے پیچھے ہو لیا

تجھ گل اندام کی خوشبو پہ چلا آتا ہوں
خار کی طرح سے دامن سے لگا آتا ہوں

وہ لڑکی کسی گلی میں سے ہو کر سوداگر کو ایک دوکان پر کھڑا کر کے آپ
چلی گئی بعد ایک ساعت کے سوداگر کو کسی نے پکارا یہہ اُس طرف کو
چلا ایک حویلی کے اندر گیا تو دیکھا ایک مکان دلچسپ آراستہ
فرش ستھرے بچھے ہوئے ایک پیر مرد خوش گفتار و پاک دیدار بیٹھا
چہرہ چمکتی پیشانی برھہ کر آگے آیا اور بڑے گرم جوشی سے خیر و عافیت
پوچھی بڑے اعزاز و تکریم سے ایک سونے پر لا بٹھایا بعد ایک لحظے کے

شربت پلایا پھر دسترخوان بچھا رکھا لطیف و لذیذ روبرو رکھ
جب کھانے سے فراغت ہوئی بوڑھے نے کہا صاحب کو کچھ رغبت ہی
کہ کھانا ہضم کرنے کے لئے شراب خوشگوار کی طرف میل کریں سوداگر نے
کہا اچھا جیسی مرضی لیکن دل میں سخت حیران تھا پیر مرد نے
شراب پرکیفیت لا حاضر کی اور کئی پیالے پیہم بھر بھر کر پلائے جب
پردہ حیا کا درمیان سے اٹھا اس نے اس بوڑھے سے پوچھا میں جسے
میں ہوں وہ لڑکی قبول صورت میں نے تو اسقدر عریان دیکھی تھی
اب یہہ تجمل اور نعمت جو دیکھتا ہوں کسی اہل ثروت کو بھی میسر
نہ ہوگی اس وضع کی تنگی سے اس فراخی کو کچھ نسبت ہی نہیں
بوڑھے نے کہا ای جوان میں لدا ہوں میرا حرفہ یہی ہی کہ یہہ لڑکی
اسی وضع سے رہے یہہ ہر روز ایک دینار مانگ لاتی ہی اور اسی قدر

میسّری

میسری جو روپیہ اکرتی ہی اور میں بھی اگر زیادہ نہ ہوا تو ان سے کم بھی
نہیں لاتا ہوں یہی میسری آمدہی بھلا میسری لڑکی کی گدائی تو تو دیکھہ
کل علی الصباح مسجد میں آنا میسری اور میسری جوڑو کی حرفت لیتا
اُس رات سوداگر وہیں مہمان رہا بچھونا بچھا کر سلام رخصت جب لیتا
نمودار ہوئی بوڑھے نے بیدار کر کے کہا اُٹھہ وضو کر کے بازار کی
چل میسری کارستانی دیکھہ جوان آگے مسجد میں گیا اور بوڑھی
پیچھے سے آیا جب نمازی جمع ہوئے اسنے کھڑے ہو کر کچھہ مناجات
شروع کیا کہ سب کے دل یہاں تک نرم ہوئے کہ رقت آنے لگی تب
اسنے کہا سنو ای خدا کے بندو یہہ تمکر گدا ہر چند محتاج ہی لیکن نہ
نظر رکھتا ہی کسی کے حرام کے مال پر نگاہ اُٹھا نہیں دیکھتا کیونکہ یقین جانتا
کہ لکھنے والے نے جو کچھہ نصیب میں قلم مارا ہی وہ امت ہی

کھا جو نصیبوں میں تلتا نہیں
بنا حکم کے پات ہلتا نہیں

آج منہہ اندھیرے اسی آسا پر اپنی لوٹیں اس مسجد کی طرف میں چلا آتا تھا کہ گدائی کرکے تم جوانمردوں سے کچھہ بھیک لوں جب مسیت کے نزدیک پہنچا اندھیرا تو تھا ہی کچھہ کپڑا سا میرے پانوں میں الجھا اٹھاکر دیکھا تو ایک خریطہ ہی پر اسکے وزن سے معلوم ہوتا ہی کہ اس میں خواہ مخواہ کچھہ نقدی ہی اب مہربانی کرکے مسجد کا امام اسے کھوں دیکھے اور سب جماعت کو دکھاوے جسوقت اسکا مالک پیدا ہووے اسکے حوالے کرے خریطہ انھوں نے لیکر جو اسے کھولا تو عورتوں کا گہنا اور سنگار مسی کاجل کنگھی سرمہ دانی پازیب پایل نتھنی بلاق بالیاں اور نئی کرتی ازار انگیا پیشواز وغیرہ زیور دو ارھائی سو روپیہ کا

مال اُسمیں سے نکلا سب جماعت نے اسکی امانت و دیانت پر ہزار آفرین
کی کہ اس غریب درویش کو شاباش ہی جو اِس ناداری میں بیگانے
مال پر اسکا دل نہیں ڈِگتا تو اس زمانے میں ایسا کون ہی جو اس
طرح حوالے کرے تب اسنے کہا تم مجھے اتنا دِلوا دو کہ جس میں ایک مہینے
کی روٹیاں چلیں سب نے برغبتِ تمام اسے تھوڑا تھوڑا دیا کہ قریب دو
اشرفی کے ہوگیا یہہ تو لیکر چمپت بنا اور سب فجر کی نماز ادا کرکے چاہتے
تھے کہ مسجد سے چلے جاویں اتنے میں ایک عورت مسجد کے دروازے کے
سامھنے روتی پیٹتی سر پر خاک ڈالتی غل مچاتی گھبرائی ہوئی نظر پڑی
انھوں نے پوچھا ای نیکبخت تو کیوں روتی ہی تجھے کیا ہوا عورت نے
کہا کیا خاک بولوں میں مشاطہ ہوں میرا یہی کام ہی کہ دلہنوں
کا بناؤ سنگار کروں آج میرے پروس میں ایک غریب آدمی کی لڑکی

کی شادی ہی عروس کی ماں نے مجھ سے کہا کچھ گہنا گہرا کسی بڑے
آدمی کے یہاں سے ہمیں مانگ لاوے تو جلوے کے وقت دلہن کے انگ پر
ڈالیں پھر انکا انھیں پہنچا دینا میں یہہ کار خیر سمجھ کر گہنا جوڑا ایک
گرہست کے گھر سے لیکر ادھر جاتی تھی جو غفلت سے اتنے ہی بیچ میں وہ
خریطہ کہیں گر پڑا ڈھونڈھ کر بہتیرا ہی سر مارا پر ہاتھ نہیں چڑھا اب
اسکے مالک کو کیا منہہ دکھلاؤنگی جو بولونگی کہ راہ میں گر پڑا تو کب
کسیکو ہاتھ آویگا ہائے اسکے بدلے اس بندی کی جان جاویگی اہل مسجد نے
کہا گھبراہٹ مت اس زیور کی نشانی تو بتلا کہ اس میں کیا کیا تھا
تیری بری قسمت تھی جو ایک ایمانی بندے کے وہ ہاتھ لگا تھا
عورت نے سب اسکی نشانیاں بتلائیں انھوں نے وہ خریطہ اسے
دیا تب یہہ بولی ای جوانمرد تو اب تھا ری حضور عہد کرتی ہوں

کہ آج سے یہہ کام مشاطہ پنے کا کبھی نہ کرونگی خدا کے واسطے کچھہ اتنا دلا دو جس
سے روئی مول لوں چرخہ پونی کات کر اپنا اور بچوں کا پیٹ بھروں
داتاروں کو دعا دیتی رہوں یہہ کہکر آنکھہ آنسو روتی دھاندل
مچاتی سبکو اس کے حال پر رحم آیا تھوڑا بہت اسے بھی دیا غرض
جب سوداگر گھر میں آیا بوڑھے نے کہا ہماری حرفت تو نے دیکھی یہہ تو
ایک شوشہ تھا اسی طرح پیسے ملانے کے بہتر فن مجھے یاد ہیں تو چاہتا
ہی کہ میرے یہاں رشتہ کرے تجھہ سے اسیطرح گدائی ہو سکیگی
تو البتہ اپنی لڑکی تجھے دیتا ہوں کیونکہ میں نے عہد کیا ہی یہہ لڑکی
اسے دونگا جو شخص گدائی کرکے اپنی وجہ معیشت کی نکالی تو نے سنا
ہوگا کہ آدمی چار نوع پر ہیں اول بادشاہ ان کو بھی ہزاروں
طرح کی آفت کا خوف رہتا ہی دوسرے وزیر و عامل یہہ بھی

دن اندیشے میں گرفتار اور دوسروں کے تابعدار رہیں تیسرے بیپاری
یہہ بھی دادوستد کے نفع وضرر میں کوفتہ خاطر رہتے ہیں چوتھے بازاری
جب لگ یہہ کچھہ حرفہ نہ کریں اِن کو روزی نہ ملے جو ایکدن کاہلی کرکے
مزدوری نہ جاویں اُسی دن اُنکے گھر میں چولھا نہ سلگے وہ کہاوت ہی
درزی کا جب تک جیگا تب تک سیگا پس مُلکِ بے دردِ سر
وشُغلِ بے زحمت وسوداگری بدونِ خسارہ وکسب بغیرِ محنت شیوۂ گدائی
ہی سوال کی متاع ہر ایک بازار میں رواج رکھتی ہی

ہر ایک حرفہ میں جو سر بسر تباہی ہی
فقیر ہو کہ گدائی میں بادشاہی ہی

سوداگر یہہ سُنکر بولا میرے پاس مال ونعمت بسیار وثروت بیشمار
ادنیٰ اعلیٰ مجھہ سے واقف بھلا میری غیرت کب تقاضا کریگی جو کسی کے

آگے ہاتھہ پسار گدائی کروں درویش نے کہا میں سکھا دیتا ہوں ایک کام
کر چند روز اپنے گھر میں دوالا نکال کر ناخوشی سے بیٹھہ رہ جو تیرے دوست
تجھہ سے احوال پوچھیں تو تو برے گا رہے دوست سے کہنا کہ میں اپنے
دلکی بات تم سے کہتا ہوں تم بھی ہرگز دل سے زبان تک نہ لائیو
بھائی ان دنوں میں مجھے ایسا خسارہ آیا سب مال تلف ہو گیا
یہاں تک کہ قوت کو بھی میسر نہیں نہ کچھہ تدبیر بن پڑتی ہے نہ
کسو سے مانگ سکتا ہوں اب میں نے یہی ٹھہرایا ہی اسی گوشے
میں بھوکھے پیاسے مر رہیے بھلے برے میں رسوا نہ کیجیے وہ دوست البتہ
یہہ راز فاش کیا تو ہر ایک سوداگر کچھہ نہ کچھہ تیری تواضع کریگا آخر
سوداگر بچے نے یہہ بات اس استادلی سے کی اور ایک طرف جا بیٹھا
بیٹھا دوست اسکے پاس آتے جاتے احوال پوچھتے یہہ سی سے

نہ کہنا ایک گہرا آشنا تھا اُسنے بجد ہوکر پوچھا تو اِسنے کہا اگر یہہ بھید
دل میں رکھو کسی سے ظاہر نہ کرو تو کہتا ہوں دوست نے کہا از برائے
خُدا کہئے تو سہی اسنے وہی بات جو درویش نے تلقین کی تھی تقریر کی
بارے اس مرد نے دوستی کی راہ سے کہ یہہ ناحق مرجاویگا سب دوستوں
میں چرچا کیا ہر ایک نے مہربان ہوکر موافق اپنی اپنی مقدور کے اسے دیا
وہ کہاوت ہی دس پانچ کی لاٹھی ایک جنی کا بوجھ اسکے پاس دولت
بے اِنتہا جمع ہوگئی تب یہہ خوش ہوکر وہ زردرویش کے پاس لیگیا
بوڑھے نے کہا اب اپنی لڑکی تجھے دیتا ہوں بشرطیکہ تو پھر گدائی نہ کرے
اور اس شیوے سے باز آوے بولا واہ واہ میں تو اس پیشے سے
ہرگز توبہ نہ کرونگا ایک مُدّت سے سوداگری میں جان و مال لڑاتا رہا
کبھی دس بیس دینار سے زیادہ فایدہ نہ ہوا اب تو مُفت میں

سیکڑوں دینار میرے ہاتھ آئے بھلا کیونکر اس پیشے کو چھوڑ دوں تب
درویش نے کہا اب بھیک کا مزہ تجھے لگا لڑکی کی شادی تجھ سے کر دیتا
ہوں آخر اس جوہری نے منہ پر خاک لگا کر اس خاکسار کا لعل پرکھا مثل
ہی جسکو حرام کے ٹکڑوں کا چسکا لگا اُس سے محنت کب ہو سکے

ہر کوئی اپنی شان پر جاوے
پر جوانمرد آن پر جاوے
شیر غیرت سے غار میں مر جاوے
نہ گدا ہو دکان پر جاوے
نام پر مرد اپنے جاتے ہیں
آب نامرد نان پر جاوے
ہر کسب ہر کدام کو باید

جو جبلی ہو جان پر جاوے
مدعا یہ ہی وہ کسب کرنا
جس سے نام و نشان پر جاوے

دسواں باب حسد و حرص و ہوا کا

حکایت کہتے ہیں ایک وزیر ابو تمام نام نہایت عقلمند تھا قضا کار بادشاہ اسپر اعتراض ہوا چاہا کہ اسے گرفتار میں لاوے یہہ تیور پہچان کر کچھہ نقد و جنس ساتھہ لے اور سب جہاں کا تہاں چھوڑ وقت پاکر نکل بھاگا شہر بشہر منزل بمنزل پرا پھرنے لگا جب شہر آلان کی حد میں پہنچا وہاں کی آب و ہوا اسے خوش آئی پہاڑ کے دامن میں خیمہ مار کر چند مقام کئے یہہ خبر بادشاہ کو پہنچی اسے بلا بھیجا یہہ کچھہ تحفہ ساتھہ لیکر حضور میں آیا آداب بجالایا شاہ نے اسکا

احوال پوچھا اسنے سر بسر اپنی سرگذشت کہہ سنائی فرمایا تو ہمارے
ہی یہاں رہ کچھ پناہ کی صورت ہو جاویگی الوتمام نے وہیں استقامت
تھہرائی شاہ نے جو اسکی دانائی اور دور اندیشی دیکھی ہر ایک مشورہ
اس سے کرنے لگا ایکروز اسنے عرض کی جہاں پناہ اس غریب کے حال
اتنی عنایت فرماتے ہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی حسد کے چنگاری سے لگا بجھا کر
آتش غضب میں مجھے ڈالے فرمایا کسی کی بات تیرے حق میں کان پر نہ
رکھی جاویگی آخر یہہ یہاں تک مقرب ہوا کہ سب پر سبقت لیگیا کاروبار
ملکی و مالی اسی سے علاقہ رکھنے لگا اس بادشاہ کے چار وزیر تھے جب اسکا
پایہ قایم دیکھا داہ کی آگ میں پھنکنے لگے آپسمیں منصوبہ باندھنے کہ کس
داو سے اسے گردن کی بل دے پٹکئے القصہ یہہ تجویز ٹھہری کہ شاہ ترکستان
کے ایک لڑکی نہایت شکیل ہی ہر ایک شاہ اسکی درخواست میں وکیل بھیجتا ہی

جو ایلچی وہاں آتا ہی شاہ ترکستان اسے ایکدم جیتا نہیں چھوڑتا
اس لڑکی کی خوبصورتی حد سے زیادہ ہم شاہ کے روبرو بیان کریں
جو وہ بغیر دیکھے بھالے مشتاق ہو جاوے وکیل بھیجنا چاہے تو ابوتمام
کے بھجوانے کی صلاح دینگے بارے دوسرے ذن وزیروں نے اس لڑکی کا
ذکر نکالا او یہاں تک اسکے جمال کو آب دی کہ بادشاہ کے منہہ میں
پانی آنے لگا آخر لاچار ہو کر وزیروں سے مصلحت کی کہ اس محبوبہ کے
ہاتھہ لگنے کی کیا تدبیر ہی بولے ایلچی بھیجکر خواستگاری کیجیے فرمایا اس کام
کے لایق کون ہی بولے ابوتمام اس سے دانا کوئی خیال میں نہیں گذرتا
کیونکہ وہ کارآزمودہ دربار و آداب شاہوں سے خوب واقف ہی
اس سے یہہ کام بن پڑیگا شاہ ابوتمام کو بلاکر یہہ مذکور درمیان لایا بولا
میری جان و مال فدا ہی کوئی چلے پیروں سے میں سر کے زور سے جاؤنگا

حاتم

حاضر ہوں غرض ابوتمام بادشاہ کے حکم کے بموجب سوغات لیکر شاہ ترکستان
کے شہر میں پہنچا ایک مکان پاکیزے میں اسے اُتارا کچھ تحایف جو ساتھ
لایا تھا نذر گذرانے اور دختر کی خواستگاری کی یہہ سُنکر شاہ ترکستان
نے کہا مجھے شاہ آلان سے بہتر کون داماد ہوگا کیونکہ وہ بڑا بادشاہ
ہی اُسکے رشتے ناتے سے تو مجھے فخر ہی لیکن میں نے کچھ دان دہیز لڑکی
کے واسطے تیار کر رکھا ہی کل فجر کو تو لڑکی کو بھی دیکھ اور وہ جہیز اپنی
نگاہ میں لا وہ جہیز اور لڑکی تمھارے بادشاہ کے لایق ہو تو شادی
کی جاوے اور تجھے جو ناپسند آوے تو تو بھی اس خیال میں مت پڑ تاکہ
تجھے پشیمانی حاصل نہ ہووے ابوتمام نے دست بستہ ہو کر عرض کی
بندے کی کیا مجال جو حرم سلطانی میں جاوے اور کریمہ معصومہ
صُلب بادشاہی سے جو ہووے اسکے سائے پر بھی نظر ڈالے لیکن دیکھنا

SMITHSONIAN ARCHIVES

جہیز کا کیا احتیاج ہی کیونکہ ہمارا بادشاہ یہہ نہیں تاکہ کچھ مال کے لئے نہیں
کرتا شاہ ترکستان نے تب مہربان ہوکر کہا ایسے بادشاہ پر آفرین
ہی جو تجھ سا ایلچی بھیجے چنانچہ پہلے کتنے ایک بادشاہوں کے ایلچی اس
لڑکی کی درخواست کا پیام لیکر آئے تھے میں ہر ایک کے تجربے کے واسطے ان سے
یہی بات کہتا وے لڑکی کے دیکھنے کو چل دیتے مارے غیرت کے
میں انھیں رستے ہی میں مروا ڈالتا اب تو نے حدِ ادب پر نگاہ رکھی
معلوم ہوا تیرا بادشاہ عقلمند ہی کیونکہ بادشاہ کی بزرگی ایلچی کے حرکات سے
معلوم ہوتی ہی پھر اچھی ساعت سُبھ لگن میں عالم و فاضل و اہلِ شرع
جمع کرکے ابوتمام کی معرفت اُس لڑکی کا عقد شاہِ آلان سے باندھا اور
بہت سا جہیز دیکر آلان کی طرف بدا کیا بارے عروس شاہ کی خدمت
میں آئی شاہ نے خوش ہوکر ابوتمام کو اور زیادہ قربت دی مگر وزیروں

کی

کی چھاتی پر سانپ چل گیا سخت حیران ہوئے کہ اب کیا کیا چاہیئے
آخر تجویز کر کے دو غلام جو بادشاہ کی چپی کیا کرتے تھے بہت سے پیسے کی
لالچ انھیں بتلایا اور سکھلایا کہ جب بادشاہ بچھونے پر لیٹے اور آنکھیں
بند کر لے تو تم نے آپس میں کہنا کہ ابوتمام شاہ ترکستان کی لڑکی پر عاشق
ہی کہتا ہی جو وہ مجھ سے دوستی نہ رکھتی تو اپنی ولایت سے
ہرگز ادھر نہ آتی ایکرات بادشاہ آنکھیں بند کئے بستر پر لیٹا تھا اور وے
دونوں غلام پانوں داب رہے تھے ایک نے مٹھیاں بھرتے بھرتے
دوسرے سے کہا بھائی ابوتمام کی نمک حرامی اور بد ذاتی ظاہر ہوئی
وہ کہتا ہی شاہ ترکستان کی لڑکی جو میری آشنا نہ ہوتی تو اپنے
ملک سے یہاں تک کاہیکو آتی یہہ بات شاہ نے سنی آتش غیرت
بھڑکی دل میں کہا جو اور کوئی ایسی بات کہتا تو میں سمجھتا

کہ حسد سے کہتا ہوگا لیکن اِن غلاموں کو ابوتمام سے کیا کینہ ہی تمام
رات مارے غصّے کے انگاروں پر لوٹتا کروٹیں لیتا پڑا رہا بارے جہاں تاب
جب شعلہ بھبوکا بنا ہوا جاتا دوں کی طرح ہزاروں خنجریں لیکر نمودار
ہوا شاہ نے دربار میں بیٹھکر ابوتمام کو بُلا کر کہا اگر بادشاہ کسی کو اپنی
نوازش سے پرورش کرکے مخصوص بناوے اور وہ اپنے آقا کا حقِ نعمت
چھوڑ کر اُسکی حرم کو بدنام کرے پس ایسے شخص کی سزا کیا ہی ابوتمام نے
کہا اُسے قتل کرنا تاکہ زمین ویسے غلیظ سے پاک ہو یہہ غصّے کی آگ سے
تاو تو طاری ہی تھا برداشت نہ کرسکا ابوتمام کو ایک ہی ضرب میں
تمام کردالا اور شاہزادی سے بہت رُکا رہنے لگا مارے طیش کے
ماتھہ دانتوں سے کاٹتا اور راتوں کو چین سے نہ سوتا ایکرات فکر سے
اسکی نیند اُچاٹ ہوگئی جہاں وے غلام رہتے تھے اُس مکان کے

دروازے

دروازے کے آگے آکر پھرنے لگا آواز سُنی کہ وے دونوں آپسمیں یہ بات
رہے ہیں اور جھگڑتے ہیں ایک کہتا ہی کہ حصہ زیادہ مجھے ہونا کیونکہ
یہہ بات میں نے کہی تھی دوسرا کہتا ہی تو کچھ قلعۂ خندق نہیں کودا
اور تلوار بھی کہیں نہیں ماری تو نے بھی ایک جھوتھہ بولا میں کیوں
کم لونگا بادشاہ نے یہہ سُنکر اُنھیں بُلایا اور کہا سچ کہو نہیں تو
ابھی تم دونوں کو مارے مار کے مار ڈالونگا تب اُن غلاموں نے
بہ لاچاری اقرار کیا کہ ہم کو وزیروں نے لالچ بتائی تھی تو ہمنے ایسی
بات کہی تھی یہہ سُنکر بادشاہ پر عجب ایک حسرت کی حالت
گذری اپنی جلدی پر سخت پشیمان ہوا دوسرے دن اُن چاروں
وزیروں کو سولی چڑھایا اور شہزادی سے نہایت عذر کیا
فایدہ اس حکایت سے یہہ ہی کہ ایک حسد کے سبب کتنے آدمی

مارے جاتے ہیں جو کوئی چاہے کہ خوشی سے زندگانی کرے تو حاسد کے
حسد سے ایک دم غافل نہ رہے کیونکہ حسد ایک آگ ہی جلے اور جلاوے جو
کچھ ملے تو آپ ہی جل بل کر راکھ ہو جاوے

جو حاسد ہو بے شک جہنم میں جاوے
خدا حاسدوں کی نہ صورت بتاوے

حکایت ایک سیاح سے روایت ہی کہتا تھا کہ میں عالم شباب
اور جوانی کی امنگ میں کسی کو کچھ مال نہ سمجھتا اکیلا ہی سفر کیا کرتا
ایکدن ایسا اتفاق ہوا کہ تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر میں ایک جنگل میں
چلا جاتا تھا دور سے ایک دھرم سالا نظر آئی اسمیں ایک گوسائیں رہا
کرتا تھا اسکی یہہ عادت تھی کوئی تنہا مسافر وہاں آتا تو اُسے مار کر
اسکا مال اپنے ہاتھ کرتا مدت سے اسی کام پر تھا ایک عالم کو مار کھپایا

جب

جب میں وہاں پہنچا اچھے لباس سے دیکھ کر مجھ پر اور میرے گھوڑے
پر دانت رکھا کچھ کھانا پانی لے آیا میں نے کھایا پھر شراب لا حاضر کی وہ میں نے
پینی شروع کی جب دو تین پیالوں کی نوبت پہنچی میں بسکی لہر میں
خوش طبعی اور مزاح میں اُس سے کرنے لگا جب پہر رات گئی اور سونے کا
وقت آیا میرا بستر دروازے کے آگے کر دیا اسے ایک بیٹا تھا اُسکا بچھونا
مجھ سے ذرا ایک تفاوت پر کیا تھوڑی دیر کے بعد اُس چھوکرے کو میں نے
اپنے بستر پر کھینچ لیا اور میں اُٹھ کر اسکے بستر پر جا لیٹا لیکن مجھے نیند نہ آتی
تھی منہ دھانپے پڑا تھا گھڑی بھر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ وہ گوہنا میں کٹاری
تیز ہاتھ میں لیکر آیا اور مجھ پر سے اُٹھا کر اس لڑکے کی چھاتی پر جا بیٹھا
ایک ہی کٹاری میں اسے قتل کر دیا میں یہہ حالت دیکھ کر ہر ہر اُٹھا
گیا یہہ ظالم مجھے بھی کونا مارا چاہتا تھا تلوار کھینچ دروازہ روک میں کھڑا ہا

جب اس نابکار بدکار نے مجھے ہشیار اور بیتے کو مُردار دیکھا از کر گریز گرانے لگا
اور بڑی عاجزی سے بولا ای جوانمرد ہر چند میں نے تیرا قصد کیا تھا پر خدا نے
تجھے سلامت رکھا اور جیسا میں نے کیا ویسا میرے آگے آیا اب تو اپنی
سلامتی کے شکرانے میں مجھے امان دے میں نے کہا ای ملعون کٹاری
ہاتھ سے ڈال دے اور ہاتھ باندھ لاچار اس نے کٹاری ڈال دی تب
میں نے اسے پکڑ مشکیں چڑھا کر ایک کھام سے مضبوط رسّی لیکر جکڑ دیا
اتنے میں کتنے ایک سوار وہاں آن پہنچے میں نے یہہ حقیقت اُن سے
ظاہر کی اُنھوں نے اندر آکر خوب جھاڑا لیا بہت سا مال وہاں سے
نکلا اور کئی لوتھ بھی مُردوں کی نظر آئیں کہ اسی مردود نے اُنھیں مارا تھا
وہ مال سب مجھے دیا اُس دن سے میں نے عہد کیا ہی کہ ہرگز سفر بغیر
قافلے اور رفیق کے نہیں کرتا ہوں

تو

جو دوستوں کی رفاقت سے کچھ سیاحت ہی
اگرچہ رنج سفر ہی ولیک راحت ہی
سفر وسیلہ ظفر ہی ولے نہ جا تنہا
پرند وار سے نچرا تو پھر قیاحت ہی

حکایت اُن دنوں میں کہ سکندر روے زمین کے بادشاہ سرکرتا ہوا چین کی اقلیم کے تختگاہ کے نزدیک پہنچا ایکروز سکندر دربار کئے بیٹھا تھا جو یساول نے کہا کہ شاہ چین کا ایلچی سراپردے کے باہر کھڑا ہی اسکے باب میں کیا حکم ہی فرمایا اُسے بلاؤ جب ایلچی اندر آیا تسلیمات بجالایا اور موافق قاعدے کے کھڑا رہا سکندر نے کہا کیا سندیسا لایا ہی بولا مجھے شاہ چین کا حکم ہی کہ خلوت میں پیغام کہنا جہاں سکندر کے سوا کوئی اور دوسرا نہ ہو سکندر نے دربار برخاست کیا

مگر کتنے ایک غلام خاصگی کھڑے رہے پھر ایلچی نے کہا سوائے آپکے یہہ پیام
کسی کے کان نہ پڑا چاہیئے تب سکندر نے ایک غلام بھی اپنے نزدیک
نہ رکھا پوچھا شاہ چین کا کیا قصد ہی اسنے جواب دیا چین کا بادشاہ
میں ہی ہوں اس لئے آیا ہوں جو کچھہ فرماوے سو قبول کروں سکندر نے
متعجب ہوکر کہا تو نے کس بھروسے ایسی حرکت کی بولا میں
تیرے تئیں بادشاہ عادل و عاقل جانتا ہوں کسی مقدمے میں ہمارے
تمھارے درمیان کینہ و عداوت کا دخل نہیں ہوا اور میں کبھی تیرے
حق میں کچھہ بدی نہیں لایا اور مجھے معلوم ہی کہ تیری یہہ بھی غرض
نہیں جو مجھے مار کر یہہ ملک اپنے قبضے میں کر کے یہی دارالحکومت اور
تختگاہ اپنی مقرر کرے برتقدیر مجھے مار بھی ڈالا تو چین کے لشکر سے ایک
آدمی مارا گیا تو کیا میری جگہہ دوسرا تخت پر بیٹھیگا سوائے بدنامی کے

اور تجھے کیا حاصل ہوگا سکندر نے خیال کیا یہہ مرد دانا ہی آفریں کر
اور کہا مجھے تین برس کا خراج تیری ولایت سے لینا منظور ہی
مجھے قبول ہی سکندر نے اس معاملے کی جلدی قبول کرنے پر اچنبھا
کہا اتنا پیسا تو کس طرح ادا کر سکیگا اور تیری کیا صورت ہوگی
بولا میں سمجھونگا کسی نے پہلے ہی حملے میں ہلاک کیا سکندر
کہا جو میں ایک برس کا خراج چھوڑ دوں دو برس کا حاصل لوں
تیرے حق میں کیسا ہی کہا پہلی حالت سے البتہ چیزے رفاہیت
ہی پھر سکندر نے کہا جو میں ایک ہی سال کا خراج لیوں تو
بولا اس سے میری ریاست میں خلل نہ آوے اگرچہ میں کھوکھرا ہو
جاؤں پر میری جڑ بالکل نہ اکھڑے سکندر نے کہا میں چھہ مہینے کے
خراج پر تجھ سے راضی ہوا شاہ چین نے تب شکر کر کے درخواست کی کہ

[illegible] سکندر لشکر سمیت میرے خوان پر بیٹھے ایک ایک لقمہ کھاؤ
مال ہتھیار آوے سکندر نے وہ استدعا قبول کی بارے جب وہ دن
دعوت کا آیا سکندر ساری جمعیت سے اسطرف چلا اور شاہِ چین
ایک فوج قاہرہ مسلح جیسی گنتی آدمی ہوئی حد و شمار سے باہر
جسکے مقابل سکندر کا لشکر ایک جوق معلوم ہوتا تھا بر سرِ راہ صف
باندھکر بازو سے کھڑا ہوا سکندر نے جب دیکھا کہ چار طرف سے اُس
لشکر نے ہمیں درمیان لے لیا تب تو ڈر کر مستعد بجنگ ہوا اِتنے
میں شاہِ چین خدمت میں آپہنچا سکندر نے کہا مگر تو نے دغا کی
جواب دیا دغا شیوہ عاجزوں کا ہی صاحبِ مقدور کبھی دغا
نہیں کرتے بولا تو یہہ جمعیت کیسی ہی کہا یہہ میرا جزو ہی لشکر جو
دائیں بائیں میری رکاب میں رہتا ہی تیرہ وہ سب حاضر نہیں

تمہاری

تمھارے سلام کو آیا ہوں سو میں نے دکھلایا تاکہ تو سمجھے میں عاجزی سے تیری
اطاعت نہیں کرتا لیکن تیرا اقبال بلند ہی جو کوئی دولت خداداد
سے لڑیگا سو گریگا اسی سبب میں تیرا مطیع ہوا سکندر نے کہا تو لائق
احسان ہی خیر جو کچھ میں تجھ سے لینا مقرر ٹھہرایا تھا اس سے بھی
میں نے ہاتھ اٹھایا آخر شاہ چین اسے ایک مکان میں لیگیا دسترخوان
بچھوا کر طرح بطرح کے طعام چن دئے جو سارے لشکر کو کفایت ہوکر
بچ رہے ایک جدا نیچو با اطلس کا جس میں فرش دیبا منقش
بچھا ہوا وہاں لیجا کر سکندر کو بٹھایا خوان زرین نقرئی ظروف
جڑاو کے بے قیمتی جوہر یاقوت لعل موتی مرصع ہیرا پنا زمرد کے بھر کر سکندر
کے آگے رکھ کر کہا کھائیے سکندر نے کہا جواہرات کچھ انسان کا قوت نہیں
شاہ چین نے کہا تو تم کیا کھاتے رہتے ہو کہا یہہ روٹی جو سب خلقت

کھاتی ہی تب شاہِ چین نے کہا سخت عجب ہی تجھے کیا یہہ روتی روم
میں نہیں ملتی کس لئے ناحق اتنا رنج اٹھاتا ہی سکندر نے تب ایک آہ
کھینچ کر کہا کہ اس سفر میں مجھے اتنی نصیحت کا فایدہ ہوا کہ سب رموزِ دنیا
و آخرت اس سے علاقہ رکھتے ہیں غرض اس سے کچھ نہ لیا یہہ قطعہ
پڑھتا ہوا وہاں سے چلا

حرصِ دنیا کی کسی دل سے نہیں دور ہوئی
ہاں مگر ملکِ قناعت جسے منظور ہوئی
کاسۂ چشمِ حریصاں نہ بھرے ہی ہرگز
جب تلک خاکِ لحد اُس سے نہ معمور ہوئی

اب یہاں سے یہہ کتاب حکایاتِ شیریں کلام سے ساتھہ نظم و نثر کے
انتظام پاکر بخوبی سرانجام و اختتام کو پہنچی ارادہ ہوا کہ اسکا نام بھی ایسا
رکھا

رکھّا چاہیئے کہ جس میں تاریخ بھی نکلے دل نے کہا سیر عشرت اچھّا نام ہی
کیونکہ اس کتاب کے دس باب ہیں اور تاریخ سن بارہ سو چالیس ہجری
اسی نام سے نکلتی ہی پس سیر عشرت اسکا نام رکھّا لیکن جامع الحکایات
سے یہہ کتاب ماخذ ہوئی اور عہد میں عیسا ویوں کے ترتیب پائی
اس لئے منظور ہوا کہ سن عیسوی بھی کہنا ضرور ہی وہی لفظ جامع الحکایات کا
اسکے نام سے ملایا تو سن اٹھارہ سو پچیس عیسوی اس سے نکلے

سیرِ عشرت جامع الحکایات

یہاں سے بس نہ لکھہ زیادہ عبارت
بتاریخ مسمّی سیرِ عشرت

331.8

ZZ. e. 9.

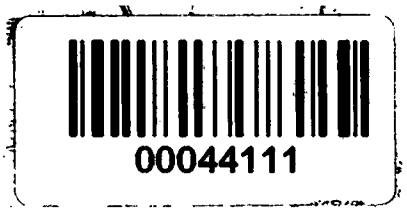
00044111

Digitized with financial assistance from the
Government of Maharashtra
on 13 February, 2016

891.433
Mun/Jam
44111